عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا

جلد: ۴۱ | ۲۳تا۳۰؍ذوالقعدہ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳تا۳۰؍جون ۲۰۲۲ء | شمارہ: ۲۴

قربانی

حکمِ ربّانی کی تعمیل

سیاست کی آڑ میں دین دشمنی کی تحریک

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

والد صاحب کے ترکہ کی تقسیم

س:......ہم دو بھائی، ایک بہن اور والدہ ہیں۔ ہمارے والد مرحوم دنیا سے رخصت ہوگئے۔ والد صاحب سرکاری ملازم تھے۔ والد صاحب کے واجبات، ریٹائرمنٹ کے پیسے اور پینشن کے پیسے میں نے والدہ صاحبہ کا نیا بینک اکاؤنٹ کھلوا کر اس میں ڈلوا دیئے تھے۔ اس کے علاوہ ہمارے والد نے اپنے انتقال سے پہلے زندگی میں ایک فلیٹ ہماری بہن کے نام سے خریدا تھا، لیکن قبضہ اور فائل نہیں دی تھی، صرف اس کے نام کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں ہمارا ایک مکان ہے، جس میں ہم دو بھائی اور والدہ رہائش پذیر ہیں، والد صاحب کے دو فلیٹ اور بھی ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ جو فلیٹ والد صاحب نے ہماری بہن کے نام سے لیا تھا، اس کی فائل وہ والدہ سے لے جاچکی ہے، جبکہ اس فلیٹ کا قبضہ ہماری والدہ کے پاس ہے اور والد صاحب کی زندگی میں بھی اس فلیٹ کا کرایہ والدہ کے پاس جاتا تھا اور ان کے انتقال کے بعد بھی اس فلیٹ کا کرایہ والدہ کے پاس آتا ہے۔ ریٹائرمنٹ کے جو پیسے تھے، اس میں سے ہماری بہن نے ۴۰ لاکھ روپے والدہ کے اکاؤنٹ سے نکال کر اپنے نام سے ایک اور فلیٹ خرید لیا ہے اور کیش بھی نکال کر لے گئی ہے، جس مکان میں ہم رہائش پذیر ہیں اور دیگر دو فلیٹ کی فائلیں بھی والدہ سے مانگ رہی ہے یا لے جاچکی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ والد صاحب کے ترکہ میں بہن کا اور ہم دو بھائیوں کا اور والدہ کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ اور جو فلیٹ بہن کے نام سے والد صاحب نے لیا ہے، وہ بہن کی ملکیت ہوگی یا ہم سب میں تقسیم ہوگا؟

ج:......صورت مسؤلہ میں آپ کے والد مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو چالیس حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے پانچ حصے بیوہ کے، سات حصے بیٹی کے اور چودہ، چودہ حصے ہر ایک بیٹے کو ملیں گے۔ مرحوم نے جو فلیٹ اپنی بیٹی کے نام سے خریدا تھا، وہ تاحیات اپنے قبضہ میں رکھا، بیٹی کو قبضہ اور ملکیت نہیں دی، اس لئے وہ فلیٹ مرحوم کی ملکیت شمار ہوگا اور ترکہ میں تقسیم ہوگا۔ مرحوم کی پینشن کی رقم اگر صرف بیوہ کو دی جاتی ہے تو وہ بیوہ کی ملکیت ہے، اس کو ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ مرحوم کے ترکہ میں اس کی بیٹی کا حصہ جس قدر بنتا ہے، اگر اس قدر وہ لے چکی ہے تو درست ہے، اگر زیادہ لے گئی ہے تو اتنا واپس کرنا اس کے ذمہ فرض ہے۔ ہاں! اگر دیگر ورثا زیادہ دینے پر راضی ہوں تو درست ہوگا ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانا

س:......کسی کو اس طرح قسم دینا کہ تمہیں تمہاری ماں کی قسم یا باپ کی قسم یا جان کی قسم، جائز ہے یا نہیں؟

ج:......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا یا کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں ہے، مثلاً: ماں باپ کی قسم، بیوی، بچوں کی قسم، رسول کی قسم وغیرہ۔ قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھائی جاتی ہے اور وہ بھی شدید ضرورت کے وقت۔ بلاضرورت اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ ہاں جب ضرورت پیش آجائے کہ بغیر قسم کھائے کوئی چارہ نہیں تو پھر قسم لینے اور دینے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۱ ۲۳ تا ۳۰ ؍ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ ؍جون ۲۰۲۲ء شمارہ:۲۴

اس شمارے میں!

سیاست کی آڑ میں دین دشمنی کی تحریک	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
قربانی.... حکم ربانی کی تعمیل	۷	مفتی کفیل الرحمٰن نشاط
بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا	۹	مفتی عمر فاروق لوہاری، یو کے
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ اور تحفظ ختم نبوت	۱۴	مولانا محمد قاسم، کراچی
قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ (۳)	۱۶	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۰	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
تزکیہ و احسان... کارِ نبوت کا اہم شعبہ (۷)	۲۴	حضرت مولانا مفتی خالد محمود

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سیاست کی آڑ میں دین دشمنی کی تحریک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گزشتہ چند ماہ سے پاکستان کی سیاست میں کافی ہلچل اور اتار چڑھاؤ رہا، جس کے نتیجے میں کل کی حزبِ اختلاف آج کی حزبِ اقتدار بن گئی۔ اسی اثنا میں چند ایسے واقعات اور شواہد سامنے آئے، جس سے یقین کی حد تک یوں محسوس ہوا کہ یہ صرف سیاست ہی نہیں، بلکہ سیاست کی آڑ میں دین اسلام، احکام اسلام اور قرآن کریم کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے۔ دین بیزاری، دین اور اہل دین سے تنفّر اور علمائے کرام سے بدظنی اور دوری کا درس دیا جا رہا ہے، بلکہ شعائر اور مقاماتِ مقدسہ کی بے اکرامی اور توہین ایک سوچی سمجھی سازش اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان اور آئین پاکستان کو بھی بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے چند حقائق قارئین کے سامنے لانا اور صحیح موقف قوم کے سامنے پیش کرنا ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پاکستان کی قومی اسمبلی میں پہلی بار ایک حکمران جماعت کو آئین کے تحت عدمِ اعتماد کے ذریعہ حکومت سے علیحدہ کیا گیا، وہ بھی اس طرح کہ حکمراں جماعت کی چند اتحادی جماعتوں نے حزبِ اقتدار سے علیحدگی اختیار کرکے حزبِ اختلاف کا ساتھ دیا تو حزبِ اختلاف اکثریت ملنے کی بنا پر حزبِ اقتدار بن گئی۔ معزول وزیراعظم نے کہا کہ یہ حکومت کی تبدیلی ایک بیرونی سازش کے ذریعہ عمل میں آئی ہے اور اس کے ثبوت کے لئے میرے پاس ایک خط ہے۔ سیکورٹی پر مامور ہمارے اداروں نے ایک بار نہیں بلکہ دو بار اس پر اجلاس کئے اور انہوں نے پوری تحقیق و تفتیش کے بعد واضح کیا کہ کوئی بیرونی سازش نہیں ہوئی، مگر اس بے بنیاد دعویٰ کو بنیاد بنایا گیا اور اس پر ردِ عمل دینے کے لئے معزول جماعت سڑکوں پر نکل آئی اور پاکستانی سیاست کو ہیجان میں مبتلا کرتے ہوئے اسلامیانِ پاکستان کو شدید قسم کے شرعی و سماجی مسائل میں مبتلا کردیا۔

ا:......معزول وزیراعظم نے جلسوں کا اعلان کیا اور جلسوں کا عنوان رکھا ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''، یعنی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا، گویا وہ باور کرانا چاہتے تھے کہ میں اور میری پارٹی امر بالمعروف کا مصداق اور میرے مخالف منکرات کے حامل ہیں اور باقاعدہ اپنے جلسوں میں اس آیت پر مشتمل بینرز آویزاں کئے جاتے جن کے نیچے رقص وسرود اور ناچ گانا بھی کرایا جاتا۔ اندرون وبیرون ملک کسی بھی دارالافتاء اور کسی بھی دینی ادارے سے معلوم کیا جائے، کیا اس طرح کرنا قرآن کریم کی توہین نہیں؟ کیا اس عمل سے سچے پکے اہل ایمان اور اہل اسلام کی دل آزاری نہیں ہوئی؟ ہر باشعور اور صاحب عقل آدمی اس کو قرآن کریم کی توہین ہی قرار دے گا اور کوئی بھی مسلمان جس کے ہوش وحواس سلامت ہوں، اس کو بالکل برداشت

نہیں کرے گا۔

۲:......اسی جماعت کا ایک جلوس صوبہ خیبر پختون خوا کے ایک شہر تیمر گرہ میں مسجد کے قریب سے گزرا تو جلوس میں شامل چند افراد نے مسجد میں گھس کر قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ایک عالم دین پر تشدد کیا اور اس کی داڑھی کے بال کاٹ دیئے۔ اب بتایا جائے کہ یہ کون سا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے؟ یہ تو قرآن کریم کی زبان میں۔ یعنی ”منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری باتیں (یعنی کفر ومخالفت اسلام) کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات (یعنی ایمان واتباع نبوی) سے منع کرتے ہیں۔“ کا پورا پورا مصداق ہے۔ اور سچ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر مکر وفریب والے سال آئیں گے، ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانت دار اور امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا اور اس زمانہ میں ”رویبضہ“ بات کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: ”رویبضہ“ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیر اور کمینے آدمی جو لوگوں کے (دینی، سیاسی، معاشی) امورِ عامہ میں بات کریں گے۔“

(سنن ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، رقم الحدیث: ۴۰۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی تقریباً حرف بحرف پوری ہورہی ہے۔ آج کی سیاست کے علم بردار سوشل میڈیا، ٹاک شوز اور وی لاگ وغیرہ کرنے والے مردوزن کے درمیان اس حدیث کا مصداق نظر آتے ہیں۔

۳:......اسی جماعت کا ایک سابق وزیر اور کے پی کے کا سابق وزیر اعلیٰ جناب پرویز خٹک صاحب اپنے ایک بیان میں کہتا ہے کہ: جو علماء کرام منبر پر بیٹھ کر سیاست کی بات کریں، ان کو منبر سے اتار کر مسجد سے باہر پھینک دیں۔ اب آپ بتائیے کہ! یہ کون سا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس کا درس یہ شخص دے رہا ہے؟ یہ تو سراسر اپنے کارکنوں کو اشتعال پر اکسا رہا ہے اور محلّہ محلّہ اور قریہ قریہ فتنہ وفساد برپا کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کے ساتھ بغض وعداوت اور ان کے خلاف نفرت انگیزی کا عملی سبق پڑھا رہا ہے۔ خود سوچئے! کیا ایک مسلمان یہ بات منبر ومحراب سے وابستہ علمائے کرام کے بارہ میں کرسکتا ہے؟ علمائے دین کے بارہ میں ایسا خبث اور بغض رکھنے والے کو کون باور کرائے کہ سیاست کرنا دراصل کام ہی علمائے کرام کا ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی فوت ہوجاتا تو دوسرے ان کی جگہ آموجود ہوتے، لیکن یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔“ (صحیح البخاری، بَابُ مَا ذُکِرَ عَنْ بَنِی اِسرَائِیلَ، رقم الحدیث: ۳۴۵۵)

اور علمائے کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

”اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔“ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العباد) ترجمہ: ”یقیناً علماء انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں۔“

علمائے کرام جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی اور منبر ومحراب کے وارث ہیں، جو کہ امامتِ صغریٰ کہلاتی ہے، اسی طرح زمامِ حکومت سنبھالنے میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے نائب ہیں، جو کہ امامتِ کبریٰ کہلاتی ہے۔ اگر ہر مسلک اور ہر مکتب سے وابستہ علمائے کرام اس بات کو سمجھ جائیں اور فروعی اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر عوام الناس کو اس بات کا بھرپور شعور اور آگاہی دیں کہ جو لوگ قرآن کریم اور حضور اکرم کی سنت کا علم رکھتے ہیں، وہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات جو کہ سب کے سب حقوق اللہ اور حقوق العباد کے زمرہ میں آتے

ہیں، وہ اس کو بھی خوب جانتے ہیں۔ اسی طرح سیاست مدنیہ جس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہوتے ہیں، ان سب کے حقوق کا زیادہ علم رکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کو زیادہ جانتے ہیں۔ الحمدللہ! ماضی وحال سب اس پر گواہ ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی علمائے کرام اور دین شناس لوگ برسر اقتدار آئے ہیں، اقلیتیں اپنے آپ کو ان کے دور میں زیادہ محفوظ سمجھتی رہی ہیں۔

۴:......اس جماعت کے جلوسوں میں شامل گاڑیوں پر ایسے اسٹیکر لگے ہوئے دیکھے گئے ہیں جو نعوذ باللہ! ایک مسلمان نہ تو یہ سوچ سکتا ہے اور نہ ہی نعوذ باللہ! ایسا کام کرسکتا ہے، ضرور ان جلوسوں میں قادیانی اور دین دشمن لوگ ہی ایسا کام کررہے ہیں، وہ اسٹیکر اس طرح کہ جناب عمران احمد خان کی تصویر کے ساتھ لکھا ہوا ہے: ***Peace Be Upon Him*** (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اور ایسے ٹویٹ کئے جارہے ہیں جن پر لکھا ہے:

ا:......’’مجھے تو لگتا ہے ہمارا خدا بھی چوروں کے ساتھ مل گیا ہے، کہاں ہے خدا کی مدد؟ کیوں نہیں حق پر چلنے والوں کا ساتھ دے رہا؟ حق اور باطل کی جنگ میں باطل کو سزا کیوں نہیں ہورہی؟!‘‘

۲:......’’شکریہ عمران خان، ٹیم کو واپس اپنے پاؤں پر کھڑا کردیا اور تم عمران کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

۳:......’’اس جنگ میں خاندان اور شخصیت تو کیا ہم اسلام بھی چھوڑ دیں گے، اگر عمران خان حکم دے کہ اسلام چھوڑ دو، ہم چھوڑ دیں گے۔‘‘

۴:......’’اگر اس دور میں نبوت ہوتی تو خدا کی قسم! عمران خان اس وقت کا پیغمبر ہوتا۔‘‘

نعوذ باللہ من ذٰلک! اب آپ خود سوچیں! جن لوگوں کا یہ ذہن بنادیا گیا ہو، وہ اہل کفر اور اہل فتن کے کتنا قریب ہوچکے ہیں اور اسلام دشمنوں کے لئے کتنا زمین ہموار ہوچکی ہے۔

۵:......اسی جماعت کی سابقہ وفاقی وزیر شیریں مزاری صاحبہ نے ۲ مئی ۲۰۲۲ء کو اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی سربراہ کو خط لکھا ہے اور اس میں علانیہ طور پر عالمی ادارے سے ملک میں مداخلت کی درخواست کی ہے اور کہا ہے کہ: ’’پاکستان کی موجودہ حکومت توہین مذہب کے قوانین کو سیاسی جبر اور مخالفین کو کچلنے کے لئے استعمال کررہی ہے، جو کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔‘‘

آپ خود سوچئے کہ! مغربی ممالک پہلے ہی اس قانون کو ختم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، جب پاکستان میں موجود ایسے لوگ سیاست کی آڑ میں ان کو خطوط لکھیں گے، وہ اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیوں نہیں کریں گے؟ وہ تو پہلے سے ہی یہی چاہتے ہیں، حالانکہ اسی قانون کی رو سے اقلیتی برادری کے عبادت خانے بھی محفوظ ہیں۔ اگر یہ خط شیریں مزاری صاحبہ نے اپنی طرف سے لکھا ہے، تب بھی غلط ہے اور اگر پارٹی کی مرضی سے لکھا ہے، تب بھی غلط ہے۔ اس سے صرف اور صرف ہمارے ملک پاکستان کی بدنامی ہوگی، اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

بہرحال ان واقعات کی بنا پر ہمارا وجدان یہ کہتا ہے کہ یہ سیاست کی آڑ میں درحقیقت دینی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کی بے حرمتی اور ان کی عزت وعظمت کو گھٹانے اور پورے دین اسلام کو مسخ کرنے اور اسے لوگوں کے دلوں میں بے وقعت کرنے کا ایک منصوبہ ہے۔ لہٰذا اگر یہی بات ہے تو سوچے سمجھے ایسے لوگوں کا ساتھ دینا یا ان کی معاونت کرنا: ’’وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ‘‘ (المائدہ:۲) ترجمہ: ’’اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ) کے برعکس ہوگا اور اس کا وبال دنیا وآخرت میں ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

قربانی

حکم ربانی کی تعمیل

مفتی کفیل الرحمٰن نشاط

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کے لئے جانوروں کا غذا بننا اور گوشت کا استعمال تخلیق کی ابتدا سے ثابت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے درمیان اختلاف دور کرنے اور قطعی فیصلہ کے لئے یہ تجویز پیش فرمائی کہ دونوں اپنی اپنی قربانی کے لئے جانور پیش کریں‘ اس تجویز کے مطابق دونوں نے قربانی پیش کی۔ ہابیل نے ایک فربہ دنبہ کی قربانی کی اور دستور کے مطابق اسے آسمانی آگ آ کر کھا گئی جو قربانی قبول ہونے کی علامت تھی۔

اس جگہ اس قربانی کا بیان مقصود ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ربانی میں اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیش کی‘ اپنی طرف سے حکم ربانی کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور بیٹے کو لٹا کر اس کی گردن پر چھری چلا دی مگر عنداللہ مقصد حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنا نہیں تھا بلکہ جذبہ اطاعت کی آزمائش تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش پر پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ”ذبح عظیم“ سے نوازا۔

بعض روایات میں ہے کہ:” ونادیناہ ان یآ ابراھیم (اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیمؑ) ابراہیم علیہ السلام نے سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے۔ بہرحال یہ بہشتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے صاحبزادے کی جگہ ذبح کیا‘ پھر ان دونوں کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعد والوں کے لئے اس کا حکم فرمایا۔ ۲ ہجری میں قربانی کا حکم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربان کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا‘ اس کے بعد آپ ہر سال قربانی فرماتے رہے۔

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان قربانیوں کے بارے میں پوچھا تو ارشاد ہوا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے قربانی کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو قربانی کرو پورے اخلاص کے ساتھ کرو۔ ارشاد ربانی:”لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم.“ (الحج:۳۷) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے پاس قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا ہے اور نہ وہ دراصل قربانی کا مقصد ہے بلکہ اصل مقصود قربانی اللہ کا نام لینا اور حکم ربانی کی تعمیل ہے۔ یہی حکم دوسری عبادتوں کا بھی ہے۔ مثلاً نماز میں حقیقتاً یہ نشست و برخاست مطلوب نہیں اور روزوں کا مقصد صرف بھوکا پیاسا رہنا اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھانا نہیں بلکہ اصل منشاء حکم ربانی کی تعمیل ہے‘ اگر یہ عبادتیں اخلاص سے خالی ہوں تو روح کے بغیر یہ محض ڈھانچہ ہوگا‘ لیکن عبادتوں کی شرعی شکل اور ڈھانچہ بھی اس وجہ سے ناگزیر ہے کہ منجانب اللہ اس کا حکم بجالانے کی خاطر یہ صورتیں منتخب کر دی گئیں۔

آیت کریمہ ”ولکل جعلنا منسکا“ (الآیۃ) میں بعض مفسرین نے ”منسکا“ کے معنی قربانی کے لئے ہیں اور اس اعتبار سے معنی یہ ہو جائیں گے کہ امت محمدیہ کو دیا گیا حکم قربانی یہ حکم نیا نہیں‘ سابقہ امتوں پر بھی قربانی کی عبادت تھی۔ جس طرح نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں عظیم ترین عبادت ہے اور اسے شان امتیازی حاصل ہے ٹھیک اسی طرح قربانی کو ان عبادات میں اس وجہ سے خصوصی امتیاز و اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی بت پرستی کے شعار کے خلاف ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس لئے کہ بت پرست اپنی قربانیاں بتوں کے نام پر کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کی دوسری آیت میں بھی نماز کے ساتھ قربانی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العلمین.“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جو تین دن متعین فرمائے یہ بہت سی مصلحتوں پر مشتمل اور مزاج شریعت کے عین مطابق ہے۔

ان میں ایک مصلحت اجتماعیت ہے جو شرعاً پسندیدہ و مطلوب ہے اہم عبادتوں پر نظر ڈالئے تو

وہاں اجتماعیت اور شان اتحاد اسلامی کے مظاہر کی پسندیدگی واضح ہوگی مثلاً نماز کو لیجئے کہ پانچ وقت جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوا کہ اس طرح اہل محلّہ اور محدود دائرے میں مسلمانوں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف ہوکر اس کی مناسب تدبیر کرسکتا ہے پھر اس کا دائرہ اور وسیع کرتے ہوئے ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ واجب کی گئی کہ اس کے ذریعہ اتحاد اسلامی اور یگانگت کا مظاہرہ ہو پھر سال بھر میں دو مرتبہ نماز عیدین مقرر کی گئی کہ اتحاد کے مظاہرہ کے علاوہ شہر کے لوگوں کے حالات سے بھی کافی حد تک واقفیت ہو' اسی روح اتحاد کا مظاہرہ روزہ میں بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے ایک مہینہ مقرر کیا گیا کہ تمام مسلمان ایک ہی وقت اس فریضہ کی ادائیگی کریں' ان اجتماعی عبادتوں کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ مخصوص عبادات کے ماحول میں ڈھل جاتا ہے۔

پھر قربانی کے تین دن متعین کرنے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ تاریخ اسلام کے اس یادگار دن کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے جس میں جلیل القدر باپ بیٹے حکم ربانی کی تعمیل پر برضا و رغبت تیار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور کڑی آزمائش میں پورے اترنے کی تصدیق فرمائی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عبادت کی جو شکل متعین فرمادی' اسی طرح اسے ادا کرنا ضروری ہے اپنی رائے سے کسی چیز کو اس کا بدل قرار نہیں دے سکتے۔ البتہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا کوئی بدل تجویز فرمادیا ہو تو اور بات ہے مثلاً اگر نماز کی جگہ کوئی شخص اپنا تمام مال صدقہ کردے تو اس کو ایک فرض نماز کا بھی بدل نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طریقہ سے اگر قربانی کی جگہ کوئی خواہ کتنا ہی نیک کام کرے اور قربانی کے ان متعین تین دن میں صاحب استطاعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے تو اسے حکم ربانی کی خلاف ورزی کرنے والا کہا جائے گا اور اس کا دوسرا نیک کام قربانی کا بدل نہ بن سکے گا۔

حاصل یہ ہے کہ ہر کام اور ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی جوں کی توں تعمیل ضروری ہے اور کسی کو اس میں اپنی طرف سے معمولی ردوبدل اور اس کے خلاف کا بھی حق نہیں۔

دور حاضر میں ایک طبقہ جو بزعم خویش روشن خیال مگر حقیقتاً گمراہ ہے لوگوں کو اس طرح ورغلاتا ہے کہ یہ کثیر رقم جو قربانیوں پر خرچ کی جاتی ہے اس کی جگہ اگر کوئی رفاہی کام کیا جائے اور ملی ترقی کے کاموں میں اسے صرف کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کثیر رقم قربانیوں پر ضائع کی جائے۔ مگر یہ واقعتاً زبردست دھوکہ دہی ہے' اسلام کی نگاہ میں رفاہی امور اور ملی ترقی کے کاموں سے بڑھ کر سب سے زیادہ اہمیت اس کی ہے کہ مسلمان شرک اور ابہام شرک سے محفوظ رہیں' توحید ربانی پر ان کا عقیدہ مستحکم ہو' اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعتراف' اس کی رضا جوئی اور شکر بجالانے اور صرف اس کی عبادت میں ان کی زندگی ڈھلی ہوئی ہو اور رضائے ربانی کی خاطر اپنی جان و مال نچھاور کرنے پر ہمہ وقت تیار و مستعد ہوں۔

قربانی انہیں عبادات میں سے ایک عبادت ہے جس کی ادائیگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دی ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کرنا رضائے ربانی کا سبب' اعتراف کبریائی کی ایک دلیل اور شکر ربانی کی ادائیگی کا مظہر ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''المصالح العقلیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دراصل قربانی کیا ہے ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم سب پڑھ سکتے ہیں' وہ تعلیم یہ ہے کہ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں وہ ''**وھو یطعم ولا یطعم**'' ہے ایسا پاک اور عظیم الشان نہ تو کھالوں کا محتاج ہے اور نہ گوشت چڑھانے کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہوجاؤ اور یہ بھی تمہارا قربان ہونا ہے کہ اپنے بدلہ اپنا قیمتی پیارا جانور قربان کردو''

جو لوگ قربانی کو خلاف عقل کہتے ہیں وہ سن لیں کہ کُل دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلہ قربان کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کی قوموں پر نظر ڈالئے تو کوئی قوم ایسی نہیں ملے گی جو اپنی تقریبات اور تہواروں پر لاکھوں' کروڑوں روپے صرف نہ کرتی ہو' اس کے تمدنی' اخلاقی اور اجتماعی بڑے فوائد ہیں' پھر دوسری قوموں کے تہواروں اور تقریبات پر نظر ڈالئے کہ ان میں وہ اعلیٰ پاکیزہ' روحانی' اخلاقی روح نہیں پائی جاتی جو عیدالاضحیٰ میں ہے۔

☆☆..........☆☆

بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا

مفتی عمر فاروق لوہاروی، شیخ الحدیث دارالعلوم لندن (یوکے)

بچے نماز وغیرہ عبادات و احکامات کے مکلّف نہیں ہیں۔ بالغ ہونے پر وہ مکلّف ہوتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں: سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے، بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے، اور مجنون یہاں تک کہ اسے جنون سے افاقہ نہ ہوجائے۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ج:۲ص:۲۴۹، جامع ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فیمن لایجب علیہ الحد ج:۱ص:۲۶۳)

لیکن جب بچے قدرے سمجھدار ہوجائیں، تو اعتیاد اور تمرین علی العبادت کے لئے شریعت مطہرہ نے ان کو نماز کی تلقین وترغیب اور ایک مرحلہ پر تنبیہ وتادیب کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں، نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں، تو نماز (چھوڑنے) پر ان کی سرزنش وتادیب کرو اور خواب گاہوں میں ان کو جدا کرو۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، ج:۱، ص:۷۱ ونحوہ فی الجامع للترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ما جاء متی یومر الصبی بالصلاۃ ج:۱ص:۹۳)

رہا یہ امر کہ کتنی عمر کے بچوں کو نماز کے لئے اپنے ساتھ مسجد لے جاسکتے ہیں، تو اس کے متعلق کتاب وسنت میں کوئی خاص تحدید وارد نہیں ہوئی ہے؛ لیکن یہاں دوسرا پہلو مسجد کے تقدس واحترام اور نظافت وصفائی کا ہے، جس کا پاس ولحاظ رکھنے کی انتہائی تاکید آئی ہے۔ جامع ترمذی وغیرہ میں ہے: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر محلّہ میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا، اور یہ حکم فرمایا کہ وہ صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔“ (جامع ترمذی، ابواب ما یتعلق بالصلوۃ، باب ما ذکر فی تطییب المساجد، ج:۱، ص:۱۳۰)

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اس کو دفن کردینا یعنی صاف کردینا ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کفارۃ البزاق فی المسجد ج:۱ص:۵۹)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس کی اصل صحیح بخاری، کتاب الوضوء وغیرہ میں ہے؛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد (نبوی) میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک اعرابی آئے اور کھڑے ہوکر مسجد میں پیشاب کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے فرمایا: ٹھہر جاؤ، رک جاؤ۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا پیشاب مت روکو، انہیں کرنے دو۔ چنانچہ انہوں نے اسے یونہی چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ پیشاب کرچکے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان سے فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور گندگی کے کسی کام کے لئے موزوں نہیں ہیں، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں۔ یا اسی طرح کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا۔“ (صحیح مسلم ج:۱ص:۱۳۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مذکور کے فوائد پر کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”اس حدیث میں مسجد کی تعظیم اور اس کو قابلِ نفرت چیزوں سے پاک وصاف رکھنے کی تعلیم ہے۔“ (فتح الباری ج:۱ص:۳۸۸)

اسی طرح مسجد میں ہر ایسے کام سے منع کیا گیا، جس سے اس کا احترام ختم ہوجائے، یا جس سے عبادت میں مشغول لوگوں کے دل پراگندہ ہوں۔ چنانچہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان، خرید وفروخت اور بازاروں جیسا شور وشغب ضرورتِ شرعیہ کے بغیر اشعار سنانا یا بیت بازی کرنا، قصاص لینا اور سزائیں جاری کرنا، جنبی اور حائضہ یا نفساء کا داخل ہونا اور بدبودار

چیزوں کو مسجد میں لے جانا یا خود بدبودار ہو کر مسجد میں جانا وغیرہ امور سے ممانعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ یہ سب امور احترامِ مسجد کے منافی ہیں، اور ان میں سے بعض میں اللہ کے نیک بندوں یعنی فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب بچوں کو مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے، تو ان کو درہ سے مارتے تھے۔“ (تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۲۷۵)

احترامِ مسجد کے تأکّد پر دلالت کرنے والی نصوص و آثار کو مدِّنظر رکھتے ہوئے حضرات فقہاء کرام نے بعض بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت دی ہے، اور بعض کے لانے کو ممنوع ٹھہرایا ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ایک روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم۔“ (سنن ابن ماجہ، ص:۵۵) ”تم اپنی مسجدوں سے اپنے بچوں اور پاگلوں کو دور رکھو یعنی ان کو مسجدوں میں نہ آنے دو“ فنّی اعتبار سے اس روایت میں کلام ہے۔ چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے کی ممانعت اِس روایت پر موقوف نہیں، جیسا کہ بعض عمل بالحدیث کے دعویدار سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ سے مقلدین حضرات پر اعتراض کرتے ہیں؛ بلکہ سطورِ بالا میں مذکور احترامِ مسجد کے تأکّد پر دالّ صحیح اور صریح روایات جیسی روایات ونصوص سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ کن بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت ہے اور کن کے لئے ممانعت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ بچے جو اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں، کہ انہیں پاکی وناپاکی اور مسجد وغیرہ کا بالکل شعور نہ ہو، اور ان سے مسجد کے ناپاک ہو جانے کا ظن غالب ہو، ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں، مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) وہ بچے جو تھوڑی بہت کچھ سمجھ رکھتے ہوں، اور ان سے مسجد کی بے حرمتی اور ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو، انہیں مسجد میں لا سکتے ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ نہ لایا جائے۔

(۳) وہ بچے جو پوری طرح باشعور اور باتمیز ہوں، پاکی وناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں، انہیں مسجد میں لانا بلاکراہت جائز ہے؛ بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لئے لانا ہی چاہیئے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ سن تمیز وشعور ہر بچے میں یکساں نہیں ہوتا؛ بلکہ استعدادِ فطری کے لحاظ سے یہ عمر ہر بچے میں مختلف ہوتی ہے، اس لئے باشعور ہونے کی عمر کا تحدید وتعین نہیں ہوسکتا۔ اس اعتبار سے سات سال سے کم عمر بچہ بھی باشعور ہوسکتا ہے، جبکہ اس کی دینی تربیت اور اخلاق وآداب کی تعلیم اچھی طرح ہوئی ہو۔ ویسے شعور کی ابتداء عام طور پر سات سال کی عمر میں ہوتی ہے، اور دس سال کی عمر میں اس کی تکمیل ہوتی ہے، اس لئے حدیث پاک میں سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینے اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر تادیب کا امر فرمایا گیا ہے، اور پندرہ سال میں عقل وجسم میں پختگی آتی ہے، اس لئے اس وقت احکامِ شرع کا مکلّف قرار دیا جاتا ہے، جبکہ اس سے پہلے بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔

جن بچوں کو مسجد میں لا سکتے ہیں یعنی لانا جائز ہے، ان کو جماعت میں کہاں کھڑا کرنا چاہیئے؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نابالغ بچوں کے بارے میں اصل حکم یہ ہے، کہ اگر صرف ایک ہی نابالغ بچہ ہو، تو اس کو بالغوں، مردوں کے ساتھ ان کی صف ہی میں کھڑا کیا جائے، اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ ان کی نانی (یا راویٔ حدیث اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کی دادی) ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے پر بلایا، جو انہوں نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: چلو اٹھو! میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں ہماری اس چٹائی کی طرف اٹھا، جو کثرتِ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی، میں نے (اس کو نرم کرنے کے لئے) اس پر پانی چھڑکا (یا اس کے میل کو دور کرنے کے لئے اس پر پانی بہایا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، میں نے اور یتیم (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑی بی نے ہمارے پیچھے صف بنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعت پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیرا (یا اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے)۔“

(صحیح بخاری، ج:۱، ص:۵۵)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مذکور سے متعلق استنباطِ احکام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں بچے کا مردوں کے ساتھ

ایک صف میں کھڑے ہونے کا ثبوت ہے۔‘‘(عمدۃ القاری، ج:۴،ص:۱۱۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ یہی بات فوائدِ حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے۔(فتح الباری، ج:۱،ص:۵۸۵،مکتبۃ ابن تیمیہ)

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’جب کوئی آدمی نماز پڑھے اور اس کے ساتھ (جماعت میں) ایک مرد اور ایک بچہ ہو،تو (بچہ کہاں کھڑا ہو) اسکا حکم صراحتاً میں نے کہیں نہیں دیکھا، اگرچہ یہ صورت ماتن کے قول: والاثنان خلفہ یعنی’’دو آدمی ہوں، تو امام کے پیچھے کھڑے رہیں‘‘ میں داخل ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ بچے اور مرد میں یکسانیت اور برابری ہے اور وہ دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ میں نے اور یتیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی، اور بڑی بی نے ہمارے پیچھے صف بنائی، نیز یہ روایت تقاضا کرتی ہے کہ ایک بچہ مردوں کی صف سے الگ کھڑا نہیں ہوگا؛ بلکہ مردوں کی صف میں داخل ہوجائے گا۔‘‘(البحرالرائق، ج:۱،ص:۳۵۳)

اور اگر نابالغ لڑکے ایک سے زیادہ ہوں، تو ان کی الگ صف مردوں کی صف کے پیچھے ہونا چاہئے اور یہ حکم بطورِ سنت یا استحباب ہے، بطور وجوب نہیں۔’’سنن ابی داوٗدؒ‘‘ میں ہے:’’حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ لوگوں سے) فرمایا کہ کیا میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (کا طریقہ) بیان نہ کروں؟ (سنو! میں تمہارے سامنے آپ کی نماز کا طریقہ بیان کرتا ہوں) پھر بیان کیا کہ آپ نے نماز قائم فرمائی، تو پہلے آپ نے مردوں کی صفیں بنائیں، ان کے پیچھے بچوں کی صفیں بنائیں، پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔ابو مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز کا طریقہ ذکر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی نماز کا یہی طریقہ ہے۔‘‘(سنن ابی داوٗد، ج:۱،ص:۹۸،۹۹)

’’الدرالمختار‘‘ میں ہے:’’مردوں کی صف بنائی جائے، پھر بچوں کی صف بنائی جائے۔ ’’صبیان‘‘(بچوں) کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ وہ متعدد ہوں (یعنی مردوں کے پیچھے بچوں کی مستقل صف بنانے کا حکم اس وقت ہے، جب بچے متعدد ہوں) لیکن اگر بچہ ایک ہی ہو، تو وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔‘‘

(الدرالمختار مع ردالمختار، ج:۱،ص:۴۲۲، کوئٹہ)

’غنیۃ المستملی‘ اور’انوار المحمود علی سنن ابی داوٗدؒ‘ میں ہے:’’پھر مردوں اور بچوں (کی صفوں) میں ترتیب سنت ہے، فرض نہیں ہے، یہی مفتی بہ قول ہے۔‘‘

(غنیۃ المستملی ص:۴۸۵، انوارالمحمود، ج:۱،ص:۲۴۵)

جماعت میں ایک سے زائد بچے ہونے کی صورت میں بچوں کی صف کو مردوں کی صف کے پیچھے بنانے کا یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ مسجد میں آنے والے بچے باشعور ہونے کے ساتھ ساتھ تربیت یافتہ اور سلیقہ مند ہوں، مسجد میں شرارتیں نہ کریں، شور نہ مچائیں، اور احترامِ مسجد کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموشی سے نماز ادا کریں؛ لیکن اگر صورتِ حال اس کے برعکس ہو، اور ان کی علیحدہ صف بنانے میں نماز کے اندر شرارتیں کرنے اور اپنی نماز کو باطل کرنے یا ان کے کسی طرزِ عمل اور شرارت سے مردوں کی نماز باطل ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو، تو پھر ان کی الگ صف نہ بنائی جائے؛ بلکہ ان کو منتشر اور متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا چاہئے، نیز بچوں کو مردوں سے علیحدہ کھڑا کرنے میں اجتماعِ عظیم اور مجمع کثیر کی بناء پر بچوں کے گم ہوجانے یا اغوا ہونے یا اور کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو، تو بچوں کو اپنے ساتھ مردوں کی صف میں متفرق طور پر کھڑا کیا جاسکتا ہے۔

آج کل عامۃً دو یا زائد لڑکے جماعت میں یکجا جمع ہونے سے دھکم پیل شروع کردیتے ہیں، خوب اُدھم چوکڑی مچاتے ہیں، اور اس طرح شرارتیں کرکے اپنی نماز خراب و باطل کرتے ہیں؛ بلکہ بسا اوقات بالغین کی نماز میں خلل پیدا کرتے ہیں، اس لئے جن مساجد میں یہ صورتِ حال ہو، وہاں مناسب یہ ہے، کہ بچوں کی علیحدہ صف بنانے کی بجائے ان کو ان کے سرپرستان وغیرہ مردوں کی صف میں اپنے برابر کھڑا کرلیا کریں، تاکہ وہ نماز میں کوئی شرارت کرکے اپنی یا دوسروں کی نماز برباد نہ کریں۔ ایسی صورت میں مردوں کی صفوں میں ان کے کھڑے ہونے سے مردوں کی نماز میں کوئی کراہت نہ آئے گی، خواہ پہلی ہی صف میں کیوں نہ ہو۔البتہ بہتر ہوگا کہ امام کے بالکل پیچھے یا قریب میں کھڑا نہ کیا جائے، کیونکہ حدث وغیرہ کی صورت میں استخلاف کی ضرورت پیش آسکتی ہے جس میں بالغ ہی کی ضرورت پڑے گی، نیز سہو کی صورت میں اگر امام کو تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے، تو بچے کے مقابلے میں بالغ یہ کام احسن طریقے سے انجام دے سکے۔

اور یہ اس وقت آسانی سے ہوسکتا ہے، جبکہ امام کے قریب میں بالغ لوگ کھڑے ہوں۔ علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ رحمتی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: ’’بسا اوقات ہمارے زمانے میں بچوں کو مردوں کی صفوں میں داخل کرنا (کھڑا کرنا) متعین ہوتا ہے، اس لئے کہ بچوں سے معہود ومعتاد یہ ہے کہ جب دو بچے یا اس سے زیادہ اکٹھے ہوں، تو ایک کی (شرارت کی) وجہ سے دوسرے کی نماز (بھی) باطل ہوجاتی ہے۔ اور بسا اوقات ان کا ضرر مردوں کی نماز فاسد کرنے تک متعدی ہوتا ہے۔‘‘

(التحریر المختار، ج:۱،ص:۷۳،کوئٹہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاہئے کہ تم میں سے بالغ اور عاقل لوگ میرے قریب کھڑے ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں (یعنی عقل یا بلوغ کے اعتبار سے ان سے کم درجہ ہوں جیسے مراہقین)۔‘‘ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف الخ، ج:۱،ص:۱۸۱)

علامہ ابی شارحِ مسلم فرماتے ہیں: ’’امام کے قریب کھڑا کرنے میں بالغوں کو خاص کیا گیا، اس لئے کہ کبھی ان کو نائب بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور اس لئے بھی کہ سہو کی صورت میں امام کو آگاہ کرنے کو جیسا وہ سمجھتے ہیں، دوسرے نہیں سمجھتے ہیں۔‘‘ (شرح الابی والسنوسی علی صحیح مسلم ج:۲،ص:۳۲۵)

اب ذیل میں ہمارے اکابر کے اس سلسلہ کے چند فتاویٰ پیش کئے جارہے ہیں: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ المعروف بہ ’’احسن الفتاویٰ‘‘ میں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں، کہ نابالغ لڑکے بالغین کے ساتھ نماز میں ایک صف میں کھڑے ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا وہ نابالغ لڑکے جو سمجھدار ہوں، یعنی اوقاتِ نماز، تعدادِ رکعات، کیفیاتِ اداءِ نماز وغیرہ جانتے ہوں، توان کا حکم الگ ہے یا یہ کہ سب کے لئے ایک حکم ہے؟ نیز یہ کہ صفِ اول، ثانی اور ثالث میں بھی کوئی فرق ہے یا سب صفوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بینوا و توأجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب: اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو، تو اس کو بالغوں کے ساتھ ہی کھڑا کیا جائے۔ اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں، توان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوف ہی میں کھڑا کرنا چاہئے، کیونکہ دو یا زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے اپنی نماز خراب کرتے ہیں؟ بلکہ بالغین کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں۔(التحریر المختار، ج:۱،ص:۷۳)

چونکہ یہ قول مطلق ہے، لہٰذا صفِ اوّل، ثانی اور ثالث میں کوئی فرق نہیں۔ یہ حکم ان بچوں سے متعلق ہے، جو نماز اور وضو وغیرہ کی تمیز رکھتے ہوں، زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے؛ بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(احسن الفتاویٰ، ج:۳،ص:۲۸۰)

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ’’جو بچے بالکل کم عمر ہوں، ان کو تو مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔ نابالغ بچوں کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے، کہ ان کی الگ صف بالغ مردوں کی صف سے پیچھے ہو، لیکن آج کل بچے جمع ہوکر زیادہ اودھم مچاتے ہیں، اس لئے مناسب یہی ہے کہ بچوں کو ان کے اعزہ اپنے برابر کھڑا کرلیا کریں۔‘‘

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۲،ص:۲۲۲)

ایک اور استفتاء کے جواب میں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ’’اگر بچہ ایک ہو، تو اس کو بالغ مردوں کی صف میں ہی کھڑا کیا جائے اور اگر بچے زیادہ ہوں، تو ان کی الگ صف بالغ مردوں سے پیچھے ہونی چاہئے۔ اور یہ حکم بطور وجوب نہیں، بطور استحباب ہے، تاہم اگر بچے اکٹھے ہوکر نماز میں گڑبڑ کرتے ہوں، یا بڑا مجمع ہونے کی وجہ سے ان کے گم ہوجانے کا اندیشہ ہو، تو ان کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہئے، تاکہ ان کی وجہ سے بڑوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔ اور یہ حکم ان بچوں کا ہے، جو نماز اور وضو کی تمیز رکھتے ہوں، ورنہ زیادہ چھوٹی عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں۔‘‘

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۲،ص:۲۲۲)

اب ایشیا کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے صادر ہونے والا فتویٰ مع استفتاء ملاحظہ فرمائیے، جس میں مذکورہ دونوں اکابر کے فتاویٰ کی تصویب موجود ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند، کیا فرماتے ہیں علماءِ عظام ومفتیان کرام مسائل ذیل میں:

(۱) ہماری مسجد لندن شہر کی ایک بڑی مسجد ہے، جس میں جمعہ کا مجمع تقریباً ۱۳۰۰ سے ۱۵۰۰

مصلیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔حنفی مسلک کی مسجد ہے، لیکن شہر کی مسجد ہونے کی وجہ سے مختلف ممالک کے حضرات مسجد میں آتے ہیں نماز کا فریضہ انجام دینے کے لئے۔ ممالکِ عربیہ، پاکستان، ہندوستان، افریقا وغیرہ کے حضرات، جو مختلف مسالک کے ہیں، چاروں مذاہب کے علاوہ غیر مقلد حضرات بھی ہوتے ہیں۔ عرصۂ دراز سے یہ مسئلہ یہاں محل نزاع ہے (جھگڑے و فساد کا سبب بنا ہوا ہے) نابالغ بچوں کو جو نماز، وضو وغیرہ کا علم رکھتے ہیں، ان کو بالغوں کی صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کئی سالوں سے مسجد کا امام احسن الفتاویٰ جلد۳، آپ کے مسائل اوران کا حل جلد۲، شیخ لدھیانوی رحمہ اللہ کا حوالہ دے کر اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ بچوں کو اپنے والد کے ساتھ کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، تاکہ فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو اور بچوں کی شرارت بھی نہ ہو، چونکہ جب بھی بچوں کو اپنے والد سے علیحدہ کرنے کی بات کی جاتی ہے، تو فتنہ وفساد ہوتا ہے، کئی دفعہ تو گالی گلوچ اور مار پیٹ کی بھی نوبت آجاتی ہے۔امام صاحب کا کہنا ہے کہ ایک مستحب پر عمل کروانے کے لئے اتنا فساد کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے، بلکہ حضرت مفتی عبدالرشید (رشید احمد) صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر عمل کرلیا جائے، جن کی فوٹو کاپیاں ارسال کر رہا ہوں۔اب سوال یہ ہے کہ ہمارے امام صاحب کا یہ عمل شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کے ایک ٹرسٹی جن کو اس مسئلہ پر اعتراض ہے، اور وہ ان علمائے کرام کے فتاویٰ کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے (کیونکہ یہ دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ نہیں ہیں) حالانکہ ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ یہ اکابرین علماءِ دیوبند میں سے ہیں، کیا اس ٹرسٹی صاحب کا یہ رویہ جو عالم نہیں ہیں، صحیح ہے یا نہیں؟

فقط حد ادب، محتاج دعا: موسیٰ جی حریف، خادم مسجد، صدر مسجد عمر، لندن (انگلینڈ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللّٰہ العصمۃ والتوفیق

حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) امام صاحب کا قول وعمل مطابق شریعت اور درست ہے۔

(۲) یہ تو صحیح ہے کہ احسن الفتاویٰ اور ’’آپ کے مسائل‘‘ سے نقل کردہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے صادر ہوئے فتاویٰ نہیں، مگر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب شہید لدھیانوی رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ دونوں ہی بزرگ قریبی اکابر علماءِ دیوبند اور معتمد علیہ اہلِ فتویٰ میں سے ہیں۔مسئلہ مذکورہ فی السوال سے متعلق جو کچھ صراحت ان حضرات رحمہما اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے، وہ ہمارے نزدیک درست ہے۔فقط۔واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد احقر محمود بلند شہری غفرلہ

دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۱۴۲۷ھ، یوم الجمعہ

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

کفیل الرحمٰن

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

اب مفتی بہ قول یہ ہے کہ بچوں کو پیچھے کھڑے نہ کریں، ورنہ وہ بہت شرارت کرتے ہیں، لہٰذا ان کو صفوں میں دائیں بائیں کھڑا کیا جائے، تاکہ وہ شرارت کر کے نماز خراب نہ کریں۔علامہ رافعی نے یہ فتویٰ دیا ہے۔(انعام الباری دروس بخاری شریف، ج:۳،ص:۵۴۹)

دارالعلوم کراچی کے نائب مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی دامت برکاتہم کا اس سلسلہ کا مفصل فتویٰ فقہی رسائل، ج:۱،ص:۲۱۵ تا ۲۲۴ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

☆☆......................☆☆

تحفظ ختم نبوت کانفرنس ضلع قصور

قصور....۲۱؍مئی ۲۰۲۲ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد قبا کوٹ رادھا کشن ضلع قصور تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حذیفہ خالد، قاری محمد اکرم نے تلاوت جبکہ مولانا عمران نقشبندی، رانا عثمان قصوری اور شاعر ختم نبوت سیّد سلمان گیلانی نے نعت پیش کی۔مولانا رضوان عزیز اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے بیانات ہوئے۔اس موقع پر میاں خالد برادران نے خوب سرپرستی فرمائی۔مولانا محمود الحسن اور مولانا عبدالحق نے جامعہ فضیلت للبنات کی طالبات کی دوپٹہ پوشی بھی کی۔مبلغ ختم نبوت ضلع قصور مولانا عبدالرزاق نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔علاقہ بھر سے مستورات اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ ختم نبوت

مولانا محمد قاسم، کراچی

فتنۂ قادیانیت کے تعاقب اور تحریکی محاذ کے ساتھ ساتھ علمی میدان میں اس کی تردید کے لئے امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا جوش و جذبہ دیدنی تھا، فتنہ قادیانیت کی زہرناکی و خطرناکی کے ممکنہ نتائج سوچ سوچ کر آپؒ راتوں کو سو نہیں پاتے تھے، جس طرح آپؒ نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے علم و تحقیق کے میدان میں اپنے شاگردوں کو اتارا جنہوں نے بلند پایہ علمی و تحقیقی کتابیں لکھ کر اس دجالی فتنے کے تارو پود بکھیر دیئے۔ ایسے ہی آپؒ نے مجلس احرار اسلام کے قائد حضرت اقدس مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کو محاذ تحفظ ختم نبوت کا سالار مقرر کرکے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں ’’امیر شریعت‘‘ کے خطاب سے نوازا۔ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں ہندوستان میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے محاذ سے بے شمار کامیابیاں سمیٹیں اور ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب قادیانیت کے منہ زور گھوڑے کو آئین پاکستان کی لگام ڈالی گئی تب حضرت امیر شریعتؒ کی اس جماعت کی قیادت علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید اور علمی جانشین محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے۔ قدرت کا کیا ہی خوب نظام ہے کہ علامہ کشمیریؒ، حضرت امیر شریعتؒ کو جس محاذ ختم نبوت کا امام مقرر کر گئے تھے، جب اس محاذ کے پلیٹ فارم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت علامہ کشمیریؒ کے جانشین حضرت بنوریؒ نے سنبھالی تو ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ محدث العصر حضرت بنوریؒ کو تحفظ ختم نبوت کے چوکیداری اپنے استاذ و شیخ علامہ کشمیریؒ سے وارث میں ملی تھی، یہی جذبہ حضرت بنوریؒ کے تلمیذ رشید اور جانشین، خادم سفر وحضر، مزاج شناس و مذاق آشنا حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ میں منتقل ہوا اور وہ اپنے حضرت بنوریؒ کی زندگی ہی میں ان کے مشن تحفظ ختم نبوت سے جڑ گئے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کی خدمات ختم نبوت کا جائزہ لیا جائے تو وہ دو حصوں میں تقسیم نظر آتی ہیں: (۱) بیرون ملک خصوصاً عرب دنیا اور یورپ وغیرہ کے اسفار اور قادیانیت سے وہاں کے مسلمانوں کے ایمانوں کو بچانے کے لئے بیانات، (۲) ردِ قادیانیت پر اردو میں لکھی گئیں کتابوں کے عربی میں ترجمے کرکے انہیں عرب ممالک میں عام کرنا۔ ہر دو انواع کی خدمات کا سلسلہ حضرت بنوریؒ کے خادمِ سفر ہونے کی حیثیت سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تاریخی کامیابی کے بعد جب حضرت بنوریؒ نے افریقی ممالک کا دورہ کیا تو حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ آپؒ کے ہمرکاب تھے اور جہاں بھی حضرت بنوریؒ تحفظ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت پر اردو میں بیان فرماتے تو حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اسی مجلس میں ان کا فی البدیہہ عربی میں ترجمہ پیش کرتے تاکہ اردو سے ناواقف عربی جاننے والے افریقی مسلمان مستفید ہوسکیں۔ اپنے ان اسفار کی روئیداد خود حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون ’’مشرقی افریقا کا سفر‘‘ (مطبوعہ: بینات، بنوریؒ نمبر) میں تفصیل کے ساتھ قلم بند کی ہے، جس کے مطابق ممباسا، تنزانیہ دارالسلام، لوساکا اور نیروبی کی مساجد میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے عربی زبان میں فتنۂ قادیانیت پر حضرت بنوریؒ کے بیانات کا ترجمہ پیش کیا، جس سے حضرت بنوریؒ بہت خوش ہوئے اور حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ نیز ان اسفار میں حضرت بنوریؒ اپنے ساتھ قومی اسمبلی پاکستان میں قادیانیوں کے جواب میں پیش کیا گیا مسلمانوں کا مؤقف ’’قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا مؤقف‘‘ نامی کتاب ساتھ لے گئے، جس کا اردو سے عربی ترجمہ حضرت بنوریؒ کے حکم پر حضرت ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا اور یہ کتاب وہاں عربی دان علماء و عوام کو پیش کی گئی۔ اس سفر میں پیش آنے والا ایک واقعہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے قلم سے قادیانیوں کے لئے درسِ عبرت کے طور پر پیش ہے:

”نیروبی میں قادیانیوں کی ایک عبادت گاہ ہے، وہی ان کا مرکز ہے۔ کینیا کے بعض شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں، جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بعض دوستوں نے سنایا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا، اس کے سرورق پر انہوں نے مرزا صاحب کی تصویر بھی چھاپ دی۔ ایک قادیانی نے جب مرزا صاحب کی تصویر دیکھی تو متنفر ہوکر کہنے لگا کہ: یہ پیغمبر کی شکل نہیں ہوسکتی اور قادیانیت سے توبہ کرکے مسلمان ہوگیا۔“ (ماہنامہ ”بینات“، حضرت بنوریؒ نمبر، ص:۵۱۷)

حضرت بنوریؒ کے وصال کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے نئے مہتمم اور آپؒ کے داماد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ منتخب ہوئے تو اسی اجلاس (مؤرخہ: اگست ۱۹۸۱ء) میں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کو مجلس کی مرکزی شوریٰ کا رکن منتخب کرلیا گیا۔ فروری ۲۰۰۸ء میں نائب امیر مرکزیہ حضرت اقدس سیّد نفیس الحسینیؒ کے انتقال کے بعد امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو نائب امیر مرکزیہ منتخب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ختم نبوت کے تحفظ کی امانت جس گھر سے لی تھی، اسی گھر میں واپس لوٹا دی۔ دراصل حضرت بنوریؒ جب مجلس کے امیر مرکزیہ منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو نائب امیر بنایا، حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت بنوریؒ کے مسند نشین وجانشین کو نائب امیر بنا کر اپنے استاذ کی امانت کو بحفاظت واپس لوٹا دیا۔ اس عرصہ میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے ترجمانِ ختم نبوت شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے تالیف کردہ رسالے ”قادیانیوں اور عام کافروں میں فرق“ کا عربی ترجمہ ”الفرق بین القادیانیین وبین سائر الکفار“ کے نام سے کیا، اس کے علاوہ بھی کئی رسائل کو عربی قالب میں ڈھالا اور عالم عرب میں قادیانی فتنے کو بے نقاب کیا۔ نیز آپ ہر سال برمنگھم برطانیہ میں منعقد ہونے والی عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے رہے اور برطانیہ کے مسلمانوں کو قادیانی فتنے سے خبردار کرتے رہے۔ ہمارے قریبی ملک سری لنکا میں قادیانی ناگ نے اپنے پھن پھیلائے اور یہ فتنہ وہاں سر اٹھانے لگا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک بھرپور وفد حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی قیادت میں مارچ ۲۰۰۷ء میں سری لنکا کے آٹھ روزہ دورے پر گیا، وہاں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے کولمبو، کینڈی اور دوسرے مقامات پر مساجد و مدارس میں، وکیلوں اور تاجروں کے درمیان، علماء وطلبہ کے مجمع سے عربی اور اردو زبان میں بیانات فرمائے اور انہیں قادیانی فتنے سے خبردار و بیدار کیا۔ اس دورے کی مفصل کارگزاری وفد میں شامل امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے سپرد قرطاس کی ہے جو آپ کی کتاب ”دورِ حاضر کے فتنوں کا تعاقب“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۲۰۱۵ء میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ کے وصال کے بعد مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا آٹھواں امیر مرکزیہ منتخب کیا۔ آپؒ اس کے لئے بالکل راضی نہیں تھے، مگر حاضرین مجلس کے اصرار پر اس ذمہ داری کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ اپنے ایک مضمون میں اس اجلاس کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فرمایا کہ میں بیمار ہوں، سفر نہیں کرسکتا ہوں، میں یہ ذمہ داری نہیں سنبھال سکتا، لیکن حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت والد صاحبؒ نے آپ کو نائب امیر بناتے وقت فرمایا تھا: ”جہاں سے یہ امانت لی تھی، انہی کے حوالے کردی۔“ تو حضرتؒ یہ امانت آپ کے سپرد کرگئے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ رو پڑے اور اپنے شیخ کی امانت کو قبول کرلیا اور ساتھ ہی ایک ایک ممبر سے فرمایا: دعاؤں سے آپ میری مدد کرتے رہیں۔“ (ماہنامہ بینات، ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ منتخب ہونے کے بعد آپ نے کراچی میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے علماء کرام کو یہ نصیحت فرمائی کہ مساجد و مدارس میں اپنے بیانات و دروس کے دوران عقیدۂ ختم نبوت کو ضرور بیان کریں اور اس طرح بیان کریں کہ آپ کے مقتدیوں اور ان کے ذریعے ان کے گھر والوں کو معلوم ہو کہ ختم نبوت کا مسئلہ کیا ہے اور ہمیں کیا عقیدہ رکھنا ہے اور منکرین ختم نبوت کے بارہ میں ہمیں کیا سوچنا ہے۔ ہمارے اکابر نے اس موضوع پر ہمارے لئے اتنا بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے کہ اب ہمارا بس یہ کام ہے کہ اس کو پڑھیں اور آگے پہنچادیں اور لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کریں: ”کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم“ (لوگوں سے ان کی دماغی صلاحیت کے مطابق گفتگو کرو) پیش نظر رکھیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ ۱۹/ ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ بمطابق ۳۰/ جون ۲۰۲۱ء کو رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی زندگی کے تابندہ نقوش پر چل کر اپنی منزل تک پہنچائے اور تحفظ ختم نبوت کے لئے انہی کی طرح اپنی صلاحیتیں وقف کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین! ☆☆☆

قادیانیت پرغور کرنے کا سیدھا راستہ

قسط:۳

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

محمدی بیگم کا قصہ:

دوسری پیشین گوئی جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ محمدی بیگم کے نکاح سے متعلق ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معرکہ کی پیشین گوئی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی صداقت کا خاص آسمانی نشان اور معیار قرار دیا تھا۔ میں پہلے اس کا مختصر واقعہ بیان کردوں۔

مرزا قادیانی کے ایک قرابت دار مرزا احمد بیگ ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ محمدی بیگم ان کی لڑکی تھی۔ مرزا قادیانی کے دل میں اس سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے پیام دیا اور اس سلسلہ میں احمد بیگ کو کچھ زمین اور باغ دینے کا لالچ بھی دیا گیا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً) لیکن احمد بیگ راضی نہیں ہوئے اور انکار کردیا (شاید اس انکار کی وجہ یہ ہوگی کہ محمدی بیگم بالکل کمسن لڑکی تھی اور مرزا قادیانی کی عمر اس وقت پچاس برس سے اوپر ہوچکی تھی)۔

مرزا قادیانی نے احمد بیگ کو متاثر اور مرعوب کرنے کے لئے بڑے زور سے دو باتوں کا اعلان کیا، ایک یہ کہ: ’’محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا مجھے خدا کی وحی اور الہام سے معلوم ہوچکا ہے اور میں نے خدا کے حکم سے یہ پیام دیا ہے اور خدا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔‘‘

اور دوسری بات یہ کہ: ’’اس کے گھر والے اگر انکار کریں گے تو طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے اور خود محمدی بیگم پر بھی مصیبتیں آئیں گی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲، ۵۷۳، خزائن، ج:۵، ص: ایضاً)

مرزا قادیانی نے ان باتوں کو اپنے خطوط اور اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں ایسے زور سے لکھا کہ احمد بیگ اگر کچا آدمی ہوتا تو ڈر کے نکاح کرہی دیتا۔ لیکن اس نے اثر نہیں لیا اور وہ برابر انکار کرتا رہا اور مرزا قادیانی طرح طرح سے کوششیں اور ہرقسم کی تدبیریں استعمال کرتے رہے جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اور بڑی عبرتناک اور شرمناک ہے اور مجھے اس قسم کی باتوں سے اب طبعی انقباض ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان سب واہیات قصوں کو چھوڑتا ہوں اور صرف اصل معاملہ ہی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (جو حضرات اس قصہ کی ان شرمناک تفصیلات سے بھی واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ فیصلہ آسمانی، الہامات مرزا، مرزا اور محمدی بیگم اور ترک مرزائیت وغیرہ رسائل دیکھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تنہا محمدی بیگم کا واقعہ ہر ایک منصف مزاج اور حق پرست کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور الہام کے دعوؤں میں کاذب اور مفتری ہونے کے علاوہ نہایت پست فطرت آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت نے اس کو ذلیل اور جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت میں شائع ہوچکے ہیں۔ مرتب)

واقعہ یہ ہے کہ تنہا محمدی بیگم کا واقعہ ہر ایک منصف مزاج اور حق پرست کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور الہام کے دعوؤں میں کاذب اور مفتری ہونے کے علاوہ نہایت پست فطرت آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت نے اس کو ذلیل اور جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی

مرزا قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ایک مدت تک اسی طرح چلتا رہا کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو رام

کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کرتے رہے۔اس کو خطوط لکھتے رہے اور الہاموں کے حوالہ سے اس کو دھمکیاں بھی دیتے رہے۔مگر وہ انکار پر جما رہا۔ یہاں تک کہ پٹی ضلع لاہور کے رہنے والے ایک شخص سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی کی بات چیت ہونے لگی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی عجیب وغریب تدبیریں اور بڑی بڑی کوششیں کیں۔جب یہ تمام کوششیں بھی ناکام رہیں تو مرزا قادیانی نے حسب عادت خدا کے الہام کے حوالے سے پیشین گوئی شائع کردی کہ اگر سلطان محمد سے محمدی بیگم کا نکاح ہوا تو سلطان محمد روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اور محمدی بیگم کا باپ احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے اور لڑکی بیوہ ہوکر پھر میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔

اللہ کی شان کہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہوگیا۔لیکن مرزا قادیانی اس کے بعد بھی برابر اسی زور وشور سے یہ پیشین گوئی کرتے رہے کہ سلطان محمد مرے گا اور محمدی بیگم ضرور بالضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔کوئی اسے بدل نہیں سکتا اور اگر میری یہ بات غلط ہوجائے۔یعنی اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے اور اسی طرح سلطان محمد اگر مقررہ میعاد تک نہ مرے تو میں جھوٹا اور ایسا اور ویسا۔

یہ تو میں نے آپ کو اصل قصہ بہت مختصر طور سے اپنی زبان میں سنا دیا۔اب آپ مرزا قادیانی کے اس سلسلہ کے دعوؤں اور ان کی پیشین گوئیوں کی دو ایک عبارتیں بھی سن لیجئے اور عبارتیں بھی وہ جن کو انہوں نے خدا کے الہام کی حیثیت سے لکھا ہے:

یہ میرے ہاتھ میں مرزا قادیانی کی کتاب انجام آتھم ہے جو اس وقت کی لکھی ہوئی ہے جبکہ سلطان محمد کے ساتھ محمدی بیگم کے نکاح کو چار پانچ سال ہو چکے ہیں۔اس میں مرزا قادیانی نے اپنے کچھ وہ الہامات لکھے ہیں جو عربی زبان میں ہیں اور خود ہی ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔ان میں چند سطروں کا ایک الہام ہے جس کا تعلق محمدی بیگم سے ہے جس میں (مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق) ان کے خدا نے ان کو بتلایا ہے اور بڑے زوردار الفاظ میں یقین اور اطمینان دلایا ہے کہ محمدی بیگم پھر ضرور تمہارے نکاح میں آئے گی۔ بلکہ ہم نے اس کا نکاح تم سے کردیا ہے۔اب کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔الہام کے الفظ یہ ہیں:

”فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک ٥ امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنکھا ٥الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ٥ لاتبدیل لکلمات اللہ٥ ان ربک فعال لما یرید انا رادوھا الیک“

اب خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا اس الہام کا ترجمہ سنئے:

”سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔بعد واپسی کے ہم نے نکاح کردیا۔تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کردیتا ہے۔کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔“(انجام آتھم ص۶۰،۶۱،خزائن ج۱۱ص ایضاً)

گویا مرزا قادیانی اپنے اس الہام کو شائع کرکے دنیا کو بتلا رہے ہیں کہ اگرچہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہوگیا اور میرے مخالف اس پر خوشیاں منا رہے ہیں۔لیکن میرا خدا اپنی وحی کے ذریعہ مجھے بتلا رہا ہے کہ وہ میرے ان مخالفوں سے میری طرف سے انتقام لینے کے لئے اور ان کو شکست دینے کے لئے کافی ہے اور اس کا اٹل فیصلہ ہے کہ وہ اس عورت کو یعنی محمدی بیگم کو پھر میری طرف واپس کرے گا۔یعنی سلطان محمد میری زندگی میں مرے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہوکر پھر میرے نکاح میں آئے گی اور میرے اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس کا یہ نکاح ہم نے تم سے کردیا ہے (زوجنکھا) اور یہ خدائی فیصلہ اور خدائی اطلاع ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ان میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔اللہ ضرور محمدی بیگم کو میری طرف واپس کرے گا اور آخر کار وہ میرے نکاح میں ضرور بالضرور آئے گی۔

الغرض یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام اور ان کی پیشین گوئی محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے متعلق ہے۔

پھر آپ کو سن کر اور زیادہ تعجب ہوگا کہ اس شخص نے اپنے اس واہیات معاملہ میں ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لپیٹ لیا۔اسی (انجام آتھم کے ضمیمہ کے ص۵۳،خزائن ج۱۱ص۳۳۷ حاشیہ) میں محمدی بیگم کے نکاح کی اسی پیشین گوئی کے متعلق دیدہ دلیری سے لکھا کہ:

”اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے

سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولدلہ یعنی موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کے متعلق اس عاجز کی پیشین گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔“

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اس شخص کا محض افتراء اور بہتان ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ: ”یتزوج ویولد لہ“ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام (جنہوں نے اپنی پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا اور تجرد کی زندگی گزاری تھی) وہ جب آخر زمانہ میں دوبارہ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں نکاح بھی کریں گے اور اس سے اولاد بھی ہوگی۔ لیکن اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کیا اور آپ کے اس ارشاد کو محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیشین گوئی بنالیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی اس پیشین گوئی کو غلط ثابت کرکے ساری دنیا کو اس حقیقت کا گواہ بنادیا کہ اس شخص نے خدا پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب افتراء کیا تھا۔

اسی سلسلہ میں ضمیمہ انجام آتھم کے اسی صفحہ کی ایک عبارت اور بھی سن لیجئے۔ مرزا قادیانی کے جن مخالفین نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہونے اور سلطان محمد سے ہوجانے پر پھر پیشین گوئی کی مدت یعنی اڑھائی سال میں سلطان محمد کے نہ مرنے پر فاتحانہ خوشیاں منائیں ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

”سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کردیں گے۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ص ۳۳۷)

پھر چندسطر کے بعد اسی سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:

”یاد رکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جز (یعنی سلطان محمد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا اور محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئیں تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ص ۳۳۸)

یہ عبارتیں مرزا قادیانی کی صرف ایک کتاب انجام آتھم اور اس کے ضمیمہ کی ہیں۔ جو ۱۸۹۶ء کے آخر کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی قریباً ۱۱/۱۲برس زندہ رہے اور مئی ۱۹۰۸ء میں مرگئے اور ان پیشین گوئیوں کا یہ حشر ہوا کہ نہ سلطان محمد ان کے سامنے مرا اور نہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں آئی۔

اب اگر اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو کچھ بھی سمجھ دی ہے تو آپ خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے یہ سارے اعلانات اور ان کی یہ پیشین گویاں کتنے روشن طریقہ پر غلط ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹا اور مفتری ہونا کتنی صفائی سے ثابت کردیا۔

میں نے بیان کیا تھا کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی ایک پیشین گوئی تاریخ کے تعین کے ساتھ یہ تھی سلطان محمد یوم نکاح کے ڈھائی سال تک ضرور مرجائے گا۔ چنانچہ اسی پیشین گوئی کی بنیاد پر انہوں نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں ۲۱؍ستمبر۱۸۹۳ء کو لکھا کہ: ”آج کی تاریخ سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔“ (شہادۃ القرآن ص۷۹، خزائن ج۶ص ۳۷۵)

اس حساب سے سلطان محمد کو ۲۱؍اگست ۱۸۹۴ء تک مرجانا چاہئے تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو جھوٹا کردیا اور سلطان محمد کو اس تاریخ تک بھی موت نہیں آئی تو مرزا قادیانی نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے کہنا شروع کردیا کہ اس کی موت فلاں وجہ سے کچھ ٹل گئی ہے۔ لیکن بہرحال میرے سامنے ضرور مرجائے گا۔ یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ یعنی اللہ کی یہ اٹل اور قطعی تقدیر ہے اور اب اس میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہیں ہے۔ چنانچہ سلطان محمد کی موت کی میعاد گزرنے کے بعد انجام آتھم میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

’’میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘ (انجام آتھم، ص:۳۱، خزائن، ج:۱۱ص: ایضاً)

اور اسی کے متعلق اسی انجام آتھم کے عربی حصہ میں لکھا کہ:

’’والقدر قدر مبرم من عند الرب العظیم وسیأتی وقتہ بفضل اللہ الکریم فوالذی بعث لنا محمد المصطفیٰ وجعلہ خیر الوریٰ ان ھذا حق فسوف تریٰ وانی اجعل ھذا لنبأ معیاراً لصدقی وکذبی وماقلت الا بعد ماانبت من ربی‘‘ (انجام آتھم ص:۲۲۳، خزائن، ج:۱۱ص: ایضاً)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان محمد کی موت اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ (یعنی اٹل اور قطعی تقدیر ہے) اور اللہ کے فضل سے عنقریب اس کا وقت آیا چاہتا ہے۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور اس کو خیر الرسل اور بہترین مخلوقات بنایا کہ یہ پیشین گوئی بالکل حق ہے اور تم عنقریب اس کو آنکھوں سے دیکھ لوگے اور میں اس پیشین گوئی کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں اور یہ بات میں جب کہہ رہا ہوں کہ میرے پروردگار کی طرف سے مجھے اس کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح اور اس کے شوہر سلطان محمد کی موت کی پیشین گوئی اتنے زور سے کی کہ کوئی زور دار اور وزن دار لفظ اٹھا نہیں رکھا۔ کہا کہ:

’’یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ اللہ اس کو ضرور پورا کرنے والا ہے اور اس میں اس کو اپنے سچے اور جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ (انجام آتھم ص:۲۲۳، خزائن، ج:۱۱ص: ایضاً)

’’اگر یہ سب باتیں پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں اور ہر بد سے بدتر ہوں۔‘‘ (انجام آتھم، ص:۳۳۸، خزائن، ج:۱۱ص: ایضاً)

’’اور جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوں گی تو میرے ان بیوقوف مخالفوں کی نہایت صفائی سے اس دن ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے۔‘‘ (انجام آتھم، ص:۳۳۷، خزائن، ج:۱۱ص: ایضاً)

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب تعلیوں اور دعوؤں کو ایسی صفائی سے جھوٹا ثابت کیا اور خاک میں ملایا کہ کسی کے لئے دھوکہ فریب اور کسی مغالطہ کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ سب عبارتیں مرزا قادیانی کی کتابوں میں آج تک موجود ہیں اور مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ سلطان محمد زندہ تھا اور محمدی بیگم اس کی بیوی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے سلطان محمد کو اتنی لمبی عمر دی کہ ابھی چند سال ہوئے اللہ کے اس بندہ کا انتقال ہوا ہے۔ گویا مرزا قادیانی کے بعد قریباً تیس چالیس برس وہ زندہ رہا اور اس طویل مدت کا ہر دن مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کی شہادت دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔

اس عاجز نے مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو چار اصولی باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھنے کا ارادہ کیا تھا ان میں سے دو تو پہلے پیش کر چکا تھا اور تیسری اصولی بات ان کی ان خاص پیشین گوئیوں سے متعلق تھی جن کو خود انہوں نے اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔ ان میں سے میں نے صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کو آپ حضرات کے سامنے رکھا ہے جن کو خود مرزا قادیانی نے زیادہ اہمیت دی تھی۔ یعنی ڈپٹی آتھم والی اور محمدی بیگم والی پیشین گوئی۔

یہ عاجز پوری ایمان داری اور دیانتداری سے کہتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی میں کسی دوسرے پہلو سے کوئی کمی کسر نہ ہوتی تب بھی صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کا غلط نکل جانا اس بات کے لئے کافی دلیل ہوتا کہ مرزا قادیانی ہرگز اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اس کے مامور نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی اور کسی مامور کو اس طرح ذلیل نہیں کرتا۔ جس طرح کہ مرزا قادیانی ان دو پیشین گوئیوں میں ذلیل ہوئے۔

میرا تو خیال ہے کہ نبوت تو بڑی چیز ہے۔ اگر کوئی بھی غیرت مند آدمی اتنا ذلیل ہوا ہوتا تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی اپنے کو نہ سمجھتا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود مرزا قادیانی کے دعوے بھی برابر جاری رہے اور ان کو نبی ماننے والے بھی ملتے رہے اور اب تک مل رہے ہیں۔ لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم کی قوم موجود ہے جو جانوروں کو پوجتی ہے۔ دریاؤں کو پوجتی ہے۔ پتھروں کو پوجتی ہے اور صرف بے پڑھے اور گنوار ہی نہیں۔ بلکہ ان چیزوں کی پرستش کرنے والوں میں اچھے اچھے گریجویٹ اور علم وعقل والے بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ من یضلل اللہ فلاھادی لہ!

(جاری ہے)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

لاہور میں چار روز: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کی دعوت پر ۱۳؍مئی ۲۰۲۲ء جمعۃ المبارک کا خطبہ نورانی مسجد قلعہ محمدی راوی روڈ میں دیا۔ نورانی مسجد اہل حق کا قدیمی مرکز ہے، جو ۱۹۴۸ء میں قیامِ پاکستان کے ایک سال بعد معرض وجود میں آئی۔ یہاں بڑے بڑے خطیب خطابت کے جواہر پارے بکھیرتے رہے۔ راوی روڈ مجلس کا یونٹ قدیمی اور مضبوط ہے۔ برادرِ عزیز حامد بلوچ موثر انداز میں تحریک ختم نبوت کے پُر جوش راہنما اور ذمہ دار ہیں۔ ان کی استدعا پر ۱۳؍مئی جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔

حفیظ سینٹر گلبرگ کے تاجروں سے خطاب: حفیظ سینٹر میں مجلس کا موثر یونٹ ہے۔ یونٹ نے بیسمنٹ میں لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ جس میں مجلس کی اکثر کتابیں موجود ہیں۔ مولانا قاری عبدالعزیز مدظلہ ہمارے شجاع آباد کے رہائشی اور لائبریری کے انچارج ہیں۔ بیسمنٹ میں ہی مسجد قائم ہے۔ ۱۴؍مئی ۲۰۲۲ء عصر کی نماز کے بعد سینکڑوں تاجروں سے خطاب کا موقع ملا۔ (الحمدللہ علیٰ ذالک)

جامع مسجد رحمۃ للعالمین آر اے بازار: لاہور کینٹ کی مسجد رحمۃ للعالمین بھی اہل حق کا قدیمی مرکز ہے۔ یہاں جامعہ مظاہر العلوم کے نام سے مدرسہ بھی قائم ہے۔ جہاں دورۂ حدیث شریف تک تمام اسباق ہوتے ہیں۔ مجلس کے مبلغین اور رفقاء کے بیانات ہوتے رہتے ہیں۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ جب لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ ہر ماہ میں ایک مرتبہ بیان کے لئے تشریف لاتے آر اے بازار میں لطفی جنرل اسٹور کے نام جنرل اسٹور کے بانی حاجی محمد شفیقؒ تھے، جو بہت ہی فکرمند ساتھی تھے۔ ان کے فرزندان گرامی نے جائیداد تقسیم کرلی۔ حاجی صاحب کے ایک فرزند ارجمند حاجی عبداللطیف حفظہ اللہ ہیں جو ہر سال اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں اور قربانی کی کھالیں مجلس کے لئے جمع کرتے ہیں۔ ۱۵؍مئی ۲۰۲۲ء عصر کی نماز کے بعد مسجد رحمۃ للعالمین مولانا عبدالنعیم سلمہ کی معیت میں حاضری ہوئی اور راقم الحروف نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔

جامع مسجد بسم اللہ نشاط کالونی: کے خطیب جامعہ اشرفیہ کے فاضل مولانا عبدالرحمٰن ہیں اور آر اے بازار یونٹ کے ذمہ داروں میں برادر خلیل احمد ہیں۔ ان کی مساعی جمیلہ سے مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ مولانا عبدالنعیم، خلیل احمد کی رفاقت حاصل رہی۔

جامع مسجد نجف کالونی میں بیان: جامع مسجد نجف کالونی کے خطیب مولانا محمد غازی مدظلہ ہیں، جو آج کل بستر علالت پر ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں بیان ہوا اور بعدازاں حضرت مولانا محمد غازی مدظلہ کی مولانا عبدالنعیم کی معیت میں عیادت کی اور ان کی صحتیابی کے لئے دعا کی۔

علامہ عنایت اللہ رشیدی سے تعزیت کا اظہار: مشہور خوشنویس حضرت اقدس سیّد نفیس الحسینیؒ کے شاگرد رشید، جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل علامہ عنایت اللہ رشیدی مدظلہ کی ہمشیرہ محترمہ کا دوروز پہلے انتقال ہوا تو ۱۶؍مئی ۲۰۲۲ء کو مولانا عبدالنعیم کی رفاقت میں موصوف سے ان کے گھر پر ملاقات کی۔ ہمشیرہ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

کوٹ پنڈی داس شیخوپورہ میں جلسہ: کوٹ پنڈی داس شیخوپورہ ضلع کا ایک قدیم قصبہ ہے۔ جہاں کی تقریباً ساری آبادی علماء دیوبند کی پیروکار ہے، مجلس کا یونٹ مولانا قاری محمد جمیل کی سرکردگی میں موثر کردار ادا کررہا ہے۔ ۱۷؍مئی ۲۰۲۲ء عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد عائشہ میں مولانا قاری محمد جمیل کی صدارت میں ختم نبوت کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ مولانا فضل الرحمٰن منگلہ اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔

جامع مسجد ہاؤسنگ کالونی شیخوپورہ: کوٹ پنڈی داس سے فارغ ہوکر رات کا آرام و قیام جامع مسجد ہاؤسنگ کالونی شیخوپورہ میں کیا۔ صبح کی نماز کے بعد ۱۸؍مئی ۲۰۲۲ء کو جامع مسجد میں بیان ہوا۔ درس کے بعد مقامی جماعت کے امیر مولانا قاری محمد ابوبکر مدظلہ بھی تشریف لائے، نیز مقامی جماعت کے ایک متحرک ساتھی سیّد تجمل حسین شاہ

بھی تشریف لے آئے اور کافی دیر تک مقامی، ضلعی اور ملکی حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔ نیز شیخوپورہ کے علاقہ ’’باہومان‘‘ میں قادیانیوں کی دہشت گردی سے شہید ہونے والے ایک نوجوان زین علی کی شہادت کے بعد پولیس کے روایتی لیت ولعل پر غور وفکر کرتے رہے۔

زین علی کے ورثا سے تعزیت کا اظہار:

۱۹؍مئی ۲۰۲۲ء ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد مولانا قاری محمد ابوبکر مولانا فضل الرحمٰن منگلہ، سیّد تجمل حسین کی معیت میں ’’باہومان‘‘ شہید زین علی کے گھران کے بھائیوں سے ملے۔ شہید کے والد محترم چند سال پہلے وفات پاچکے ہیں، ان کے بھائیوں اور لواحقین سے ملے اور تعزیت کا اظہار کیا اور شہید کے رفع درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی، وہاں جاکر معلوم ہوا کہ مقامی ایم پی اے میاں خلیل احمد شرقپوری تشریف لائے۔ اور انہوں نے قاتلوں کے خاندان کے لوگوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ ختم نبوت کے وفد نے اس کا تو خیر مقدم کیا کہ ایم پی اے صاحب نے قادیانیوں کو کلمہ پڑھایا۔ کلمہ تو قادیانی پہلے بھی پڑھتے ہیں اور ’’محمد رسول اللّٰہ‘‘ سے مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔ کاش کہ ایم پی اے صاحب جو ایک عظیم خاندان (حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ) سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اپنے ووٹوں کی خاطر اس سانحہ پر مٹی ڈالنے کی کوشش میں مصروف ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قادیانی قلبی (دلی) طور پر مسلمان بھی ہو جائیں لیکن قاتلوں کو معاف کرنے کا حق کسی ایم پی اے یا ایم این اے اور وزیر کو نہیں پہنچتا۔ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے۔ ایم پی اے بھی اپنی پارٹی کے منحرفین میں سے ہیں۔

جامعہ اجمل المدارس فیروز وٹواں: کے بانی ہمارے بہت ہی بہترین دوست مولانا سرور شعیب مدظلہ ہیں۔ جن سے تقریباً تیس سال سے یاداللہ وابستہ ہے۔ باہومان تعزیت سے فارغ ہوکر جامعہ اجمل المدارس میں دوپہر کا آرام کیا۔ شاداب ٹیکسٹائل ملز شیخوپورہ فیصل آباد روڈ کی جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا محمد طیب بہت ہی مخلص جماعتی ساتھی ہیں۔ انہوں نے مبلغین ختم نبوت کے اعزاز میں ۱۹؍مئی کو ظہر کی نماز کے بعد ظہرانہ کا اہتمام کیا، جس میں قریبی ملوں کے ائمہ کرام بھی شریک ہوئے۔ خدام ختم نبوت نے میزبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت لی۔

جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ: کی قدیمی دینی درسگاہ ہے، جس کے بانی مجاہد ختم نبوت مولانا عبداللطیف انورؒ تھے جو بہت ہی باہمت اور جرأت مند عالم دین تھے۔ آپ نے اپنے علاقہ کے قادیانیوں کو نتھ ڈال کر رکھی ہوئی تھی۔ جہاں کہیں قادیانیوں کی شرارت سامنے آتی۔ لاٹھی اٹھا کر تعاقب کے لئے نکلتے، کئی ایک مقامات پر مالی طور پر مضبوط قادیانیوں کو پسپا ہوتے دیکھا۔ موصوف مولانا قاری غلام محمد آف مری کے داماد اور خلیفہ تھے۔ نیز انہیں شیرانوالہ گیٹ خانقاہ قادریہ راشدیہ کے اس وقت سجادہ نشین حضرت میاں محمد اجمل قادری مدظلہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ نیز سیّد نفیس الحسینیؒ سے بھی مجاز تھے۔ مجاہدین ختم نبوت میں سے تھے۔ انہوں نے شاہ کوٹ میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ اسی ادارہ میں ایک بہادر عالم دین مولانا مفتی غلام مرتضٰی شہید بھی تھے، جو دشمنانِ صحابہ کرامؓ کی بھینٹ چڑھے اور انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔ مفتی غلام مرتضٰیؒ جب تک زندہ رہے تو مدرسہ میں درجۂ کتب کے بھی کئی ایک درجات تھے۔ اب صرف حفظ وناظرہ کی درسگاہ ہے، مولانا عبداللطیف انورؒ کے جانشین اور فرزند اکبر مولانا سیّد احمد نظم سنبھالے ہوئے ہیں، بقول ان کے ہماری محنت کا محور ومرکز مقامی بچے ہیں۔ ۱۹؍مئی ۲۰۲۲ء عصر کی نماز کے بعد محمد اسماعیل شجاع آبادی کا بیان ہوا۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں:

۱۹؍مئی ۲۰۲۲ء جامعہ اشرفیہ کے بیان سے فارغ ہوکر فیصل آباد کا رخ کیا۔ سیّدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں جامعہ عبیدیہ فیصل آباد حاضری ہوئی۔ جہاں پر ہفتہ وبدھ کی رات کا مجلس ذکر ہوتی ہے۔ علاقہ سے مریدین ومتوسلین زیارت ودعا کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت والا گردوں کے مریض ہیں اور ہفتہ میں تین مرتبہ گردے واش ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ حضرت والا خود مجلس ذکر کراتے ہیں، اس اذیت ناک عمل نے حضرت اقدس کو بہت کمزور کردیا ہے۔ راقم نے صحت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ پہلے سے بہتر ہوں، اب ہفتہ میں دو مرتبہ گردے واش ہوتے ہیں۔ کمزوری کے باوجود روبصحت ہیں۔

قاضی امتیاز احمد کی عیادت: ہمارے کراچی کے مبلغ اور ہردلعزیز خطیب مولانا قاضی احسان احمد سلمہ کے برادر اکبر قاضی امتیاز احمد کمر کے مہروں کے درد کے مریض ہیں۔ سفر میں معلوم ہوا کہ کئی روز سے بیڈ ریسٹ پر ہیں تو جمعرات ۱۹؍مئی کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ان کے گھر ان کی

عیادت کی اور مولانا محمد خبیب سلمہ کی معیت میں حاضر ہوکر ان کی صحت کے لئے دعا کی۔

جامع مسجد بلال غلہ منڈی: ٹوبہ ٹیک سنگھ کے خطیب ہمارے بزرگ راہنما مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ تھے، جو ایک عرصہ تک غلہ منڈی کی جامع مسجد بلال کے خطیب رہے، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند اصغر مولانا سعداللہ لدھیانوی سلمہ ان کے جانشین بنے جو اپنے والد کی روایات کے امین ہیں۔ جماعتی رفقاء کے سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جمعرات رات کا قیام ان کے ہاں رہا۔

جامع مسجد عثمان غنی فرید ٹاؤن ساہیوال: کے خطیب مولانا قاری عبداللطیف عثمانی ہیں جو مخلص جماعتی رفقاء میں سے ہیں۔ ان کی استدعا پر ہمارے ساہیوال و پاکپتن کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے راقم کا جمعہ کا وقت دے دیا۔ تو راقم نے ۲۰؍مئی ۲۰۲۲ء جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد سیّدنا عثمان غنی فرید ٹاؤن ساہیوال میں دیا۔ جامع مسجد فاروق اعظم فرید ٹاؤن کے امام و خطیب مولانا قاری منظور احمد طاہر ہیں، ان کے حکم پر عصر کی نماز کے بعد بعنوان ''عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت'' پر مختصر بیان ہوا۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس: جامع مسجد یاسین ذیلدار کالونی میں ۲۰؍مئی ۲۰۲۲ء کو مغرب تا عشاء تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت مولانا قاری عبدالجبار مدظلہ نے کی۔ کانفرنس کا آغاز قاری محمد عثمان مالکی سلمہ کی تلاوت سے ہوا۔ کانفرنس سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث حضرت مولانا اشفاق حبیب، مفتی کفایت اللہ، مفتی عبیدالرحمٰن، مولانا محمد طیب ظہور، حافظ اسامہ صدیق، حافظ اسامہ قادری اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ اہتمام قاری نصیر احمد، قاری نذیر احمد نے کیا۔ کانفرنس میں سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ امسال حفظ قرآن کی تکمیل کرنے والے چار حفاظ کرام کی دستار بندی بھی کی گئی۔ مقررین نے کہا کہ امت مسلمہ نے ہر دور میں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ جانوں کی قربانی دے کر کیا ہے اور آئندہ بھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مولانا محمد عبداللہؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ ایک عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر رہے۔ نیز ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ ساہیوال کے معروف ثنا خواں صوفی محمد حفیظ جالندھری کا بھی ذکر خیر ہوا۔

جامعہ محمدیہ میں قیام: رات کا قیام جامعہ محمدیہ ساہیوال میں رہا، جس کے بانی قاری عبدالجبار مدظلہ ہیں، جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے بے لوث راہنما ہیں ضعف وعوارض کے باوجود جماعتی کاموں میں نوجوانوں سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر تعمیر دفتر کی تعمیر کی دن رات کھڑے ہوکر نگرانی کی اور ایک بہترین بلڈنگ تعمیر ہوگئی۔ اللہ پاک قاری صاحب کو بہترین جزائے خیر سے نوازیں۔ جب بھی ساہیوال جانا ہوتا ہے میزبانی کے فرائض قاری عبدالجبار اور ان کے فرزندانِ گرامی قاری محمد عثمان مالکی اور مولانا محمد عمران سرانجام دیتے ہیں۔

مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ کی عیادت: جامعہ خالد ابن ولید ٹھینگی وہاڑی کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ ہمارے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز ہیں۔ تمام اسباق دارالعلوم کبیر والا میں پڑھے۔ حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ، حضرت مولانا صوفی محمد سرورؒ، حضرت مولانا منظور الحقؒ، حضرت مولانا ظہور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ سے قرآن و حدیث کے علوم حاصل کئے اور ۱۹۶۶ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ ہمارے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے خصوصی مداحین میں سے ہیں۔ حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت مولانا سیّد نیاز احمد گیلانیؒ کے واقعات مزے لے لے کر سناتے ہیں۔ وہاڑی شہر سے چودہ پندرہ کلومیٹر پہلے ملتان روڈ پر وسیع و عریض رقبہ پر جامعہ کی بنیاد رکھی۔ الحمدللہ! اس وقت جامعہ خالد ابن ولید ملک کے نامور اداروں میں سے ایک ادارہ ہے جہاں دورۂ حدیث شریف تک اسباق ہوتے ہیں۔ حضرت موصوف کئی ماہ سے بستر علالت پر ہیں۔ ۲۲؍مئی کو دوپہر کا آرام حضرت موصوف کی درسگاہ میں کیا۔ قبل ازیں ان کی عیادت کی اور ان سے دعائیں لیں۔ اپنی کتابیں ''حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سوانح وافکار، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سوانح و افکار اور تذکرۂ حضرت بہلویؒ'' پیش کیں۔ کتابیں دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور راقم الحروف کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

مدرسہ حفظ القرآن کہروڑپکا: کی قدیم

درسگاہ ہے جس کے بانی قاری امیرالدینؒ تھے، ان کے بعد قاری عبدالرحمٰنؒ اب قاری عبدالرحمٰن کے فرزندار جمند مفتی محمد ابن عبدالرحمٰن ہیں۔

کہروڑپکا سے آتے ہوئے چند منٹ مدرسہ حفظ القرآن میں ٹھہرے اور قاری امیرالدینؒ، قاری عبدالرحمٰنؒ کی قبور پر فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی۔

جامع مسجد تالاب والی بخاری چوک:

کہروڑپکا بھی اہل حق کا قدیم مرکز ہے اور ۱۹۷۴ء کی تحریک کا مرکز رہا۔ نیز ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں اسے مرکزیت حاصل رہی۔ بخاری چوک ہمارے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی نسبت سے معنون ہے۔ کہروڑپکا ہر زمانہ میں اہل حق کا مرکز رہا ہے۔ مجلس احرارِ اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، جمعیت طلبۂ اسلام کے اکابرو اصاغر تشریف لاکر ارشادات سے نوازتے رہے۔ جامع مسجد کے سابق خطیب مولانا غلام محمد ریحانؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی امیر رہے۔ اب ان کے فرزند نسبتی مولانا منیراحمد ریحان مدظلہ امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مقامی یونٹ کے امیر بھی۔ ان کی دعوت پر ۲۲رمئی مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا، رات آرام وقیام جامعہ باب العلوم میں رہا، جہاں اساتذہ کرام مولانا منیر احمد منور مدظلہ، مولانا شیخ حبیب احمد مدظلہ، مولانا حبیب الرحمٰن حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔

لودھراں میں جماعتی کارکنوں سے خطاب اور پریس کانفرنس: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں کے امیر مولانا محمد مرتضٰی حفظہ اللہ کی استدعا پر حاضری ہوئی۔ جہاں آپ نے اپنی مسجد میں ایک درجن سے زائد کارکنوں کو جمع کیا۔ راقم نے ان کے فرائض پر گفتگو کی انہیں کہا کہ قادیانیت ملک وملت کی دشمنی کا نام ہے۔ قادیانی جہاں بھی ہو پہلے اپنی جماعتی قیادت کا وفادار اور ملک و ملت کا غدار ہے ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنا ہوگی۔ کارکنوں کو باہومان شیخوپورہ میں قادیانی دہشت گردی سے متعلق آگاہ کیا اور بتلایا کہ نوجوان اپنے ایک جماعتی پروگرام میں تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے جارہے تھے کہ قادیانیوں نے اپنے قریبی ڈیرہ سے فائر کھول دیا، جس کی وجہ سے ایک نوجوان زین علی موقع پر شہید ہوگیا۔ پولیس قاتلوں کو بچانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ان حالات میں ہمیں ان کی جارحانہ سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنا ہوگی۔ ☆☆☆

قاری محمد اکرم مدنی رحمۃ اللہ علیہ سلانوالی

حکیم شریف الدین کرنالویؒ کرنال سے ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے۔ مولانا سیّد فضل الرحمٰن شاہ احرارؒ، مولانا سیّد نیاز احمد شاہ گیلانیؒ کے ساتھ مل کر جامعہ حسینیہ کے نام سے سلانوالی میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ حکیم شریف الدین کرنالویؒ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک کا نام پیر افضل اور دوسرے کا نام قاری محمد اکرم مدنیؒ فقیر منش انسان تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ماہنامہ لولاک ملتان، ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی اور دیگر دینی رسائل بیچ کر گزر بسر کرتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کو بلاکر سلانوالی اور مضافات میں ان کے بیانات رکھتے۔ راقم بھی کئی مرتبہ ان کی دعوت پر سلانوالی گیا۔ جامعہ حسینیہ کے قریب جامع مدنی مسجد میں خطبۂ جمعہ کا اہتمام کیا۔ مولانا قاری محمد ادریسؒ امام وخطیب ہوتے تھے۔ ان سے مل کر پروگرام مرتب کرتے۔ موبائل سسٹم شروع ہونے کے بعد موبائل پر مسلسل رابطہ میں رہتے۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور دیگر جامعات میں درجۂ رابعہ تک تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف تو اگرچہ نہ کرسکے، لیکن کارکردگی کے اعتبار سے دورۂ حدیث شریف کئے علماء کرام سے کسی درجہ کم نہ تھے۔

ہر سال آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں باقاعدگی کے ساتھ نہ صرف خود شریک ہوتے بلکہ قافلہ سمیت شرکت کرتے، بہت ہی متحرک اور فعال کارکن تھے اور ہمیشہ اپنے آپ کو کارکن ہی سمجھا۔ لیڈرانہ خو بو نہ تھی۔ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے تا آنکہ دانہ پانی ختم ہوا اور ۲۰رمئی ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارک رات ۸ بجے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے دن ۲۱رمئی صبح دس بجے حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ ساہیوال سرگودھا کی امامت میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں سینکڑوں علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ وقرأ سمیت سینکڑوں سے متجاوز مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ لحد میں اتارا گیا۔ اللہ پاک ان کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائیں اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

کارِ نبوت کا ایک اہم شعبہ

تزکیہ و احسان

قسط:۷

حضرت مولانا مفتی خالد محمود مدظلہ

غرضیکہ اگر تصوف کے نام پر اس راہ میں بدعات، رسوم اور غلط نظریات کا رواج ہوا تو انہی اللہ والوں اور اہل تصوف نے ہی ہر دور میں اس کا رد بھی کیا اور اصل صورت حال جو عین شریعت تھی اسے واضح کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے تربیت یافتہ خلفاء اس میدان میں سرفہرست ہیں۔ بقول علی میاں رحمۃ اللہ علیہ:

''ایک گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر کس طرح ''آدم گری'' و ''مردم سازی'' روحانی تزکیہ و تربیت کا وہ کام انجام دیا گیا جس کے نتیجہ میں وہ مردانِ کار تیار ہوئے، جنہوں نے ہندوستان کے مختلف مرکزی مقامات میں بیٹھ کر اور پھر افغانستان و ترکستان اور پھر عراق و شام و ترکی و حجاز میں پھیل کر یادِ خدا کی سرگرمی، اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش، مردہ سنتوں کے احیاء، حمایت شریعت و اماتتِ بدعت کا عظیم الشان کام انجام دیا، وحدۃ الوجود کے غالی داعیوں اور آزاد مشرب صوفیوں کے اثرات کا ازالہ کیا، اور مختصراً خدا طلبی اور احترام شریعت کا صور پھونک دیا، اور کم سے کم تین صدیوں تک اس کام کو اس قوت و عزیمت اور اس انہماک و مصروفیت کے ساتھ جاری رکھا کہ پورے عالم اسلام میں ہر جگہ وہی وہی نظر آتے ہیں، اور یہ تین صدیاں انہیں کی روحانی و علمی قیادت کی صدیاں کہلانے کی مستحق ہیں۔''

(تاریخ دعوت وعزیمت، ج: چہارم، ص:۲۰)

پھر اسی سلسلہ سے وابستہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اور ان کا پورا خانوادہ میدانِ عمل میں اترا اور انہوں نے گویا از سر نو اسلامی تعلیمات کو زندہ کر کے اپنی اصلی شکل میں امت کے سامنے پیش کیا کیوں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں اسلام اور اسلامی دنیا کی صورت حال یہ تھی:

''اٹھارویں صدیں تک اسلامی دنیا اپنے ضعف کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، صحیح قوت کے آثار کسی جگہ نہیں پائے جاتے تھے، ہر جگہ جمود و تنزل نمایاں تھے، آداب و اخلاق قابل نفرت تھے، عربی تہذیب کے آخری آثار مفقود ہو کر ایک قلیل تعداد وحشیانہ عشرت میں اور عوام وحشیانہ مذلت میں زندگی بسر کرتے تھے، تعلیم مردہ ہوگئی تھی، اور چند درسگاہیں، جو ہولناک زوال میں باقی تھیں وہ افلاس و غربت کی وجہ سے دم توڑ رہی تھیں، سلطنتیں مطلق العنان تھیں، اور ان میں بدنظمی اور خون ریزی کا دور دورہ تھا، جگہ جگہ کوئی بڑا خود مختار جیسے سلطانِ ٹرکی یا ہند کے شاہان مغلیہ کچھ شاہی شان قائم کئے ہوئے تھے، اگرچہ صوبہ جات کے امراء اپنے آقاؤں کی طرح آزاد سلطنتیں جو ظلم واستحصال بالجبر پر مبنی تھیں، قائم کرنے کے بہت کوشاں تھے، اسی طرح امراء متواتر سرکش، مقامی رئیسوں اور قطاع الطریق کی جماعتوں کے خلاف جو ملک کو آزار پہنچاتے تھے، برسرپیکار تھے، اس منحوس طرز حکومت میں رعایا لوٹ مار اور ظلم و پامالی سے نالاں تھی، دیہاتیوں اور شہریوں میں محنت کے محرکات مفقود ہوگئے تھے، لہٰذا تجارت و زراعت دونوں اس قدر کم ہوگئی تھیں کہ محض سد رمق کے لئے کی جاتی تھیں۔ مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا، تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا، عوام و جہال تعویذ، گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقراء اور دیوانے درویشوں سے اعتقاد رکھتے تھے، اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے تھے، اور ان کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع و ولی کے طور پر کی جاتی تھی۔ کیوں کہ ان جہال کا خیال تھا کہ خدا ایسا برتر ہے کہ وہ اس کی طاعات بلا واسطہ نہیں ادا کر سکتے، قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کو نہ صرف پس پشت ڈال رکھا تھا بلکہ اس کی خلاف

ورزی بھی کی جاتی تھی، افیون اور شراب خوری عام ہورہی تھی، زنا کاری کا زورتھا،اور ذلیل ترین اعمال قبیحہ کھلم کھلا بے حیائی کے ساتھ کئے جاتے تھے۔“

(تاریخ دعوت وعزیمت ج پنجم ص۴۰،۴۱)

غرض بارہویں صدی کا ہندوستان سیاسی، انتظامی، اخلاقی اور بہت حدتک اعتقادی حیثیت سے انحطاط وپستی کے اس نقطہ پر پہنچ گیا تھا، جو اسلامی ملکوں کے زوال اور مسلم معاشرہ کی پستی کا افسوسناک اورخطرناک مرحلہ ہوتا ہے،مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اس مجموعی صورت حال کا نقشہ اپنے ایک مضمون میں بڑی بلاغت واختصار کے ساتھ کھینچاہے،وہ لکھتے ہیں:

”مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام تھا،مسلمانوں میں رسوم وبدعات کا زورتھا، جھوٹے فقراء اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے،مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق وحکمت کے ہنگاموں سے پرشورتھا،فقہ وفتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظرتھی، مسائل فقہ میں تحقیق وتدقیق مذہب کا سب سے بڑا جُرم تھا،عوام توعوام خواص تک قرآن پاک کے معانی و مطالب اور احادیث کے احکامات و ارشادات اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔“

(تاریخ دعوت وعزیمت،ج:پنجم،ص:۶۴)

ان حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کی اولاد نے قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا،صحاح ستہ کی تعلیم کی صورت میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا درس دیا۔ یوں بزرگوں کے اقوال کے بجائے قرآن وسنت سے لوگوں کووابستہ کیااوریقیناً جہاں قرآن وحدیث کا نور آتا ہے وہاں خرافات و بدعات کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے دائرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے علی میاںؒ لکھتے ہیں:

”شاہ صاحب سے اللہ تعالیٰ نے تجدید واصلاح امت، دین کے فہم صحیح کے احیاء،علوم نبوت کی نشر واشاعت اور اپنے عہد وملت کے فکروعمل میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا کرنے کا جوعظیم الشان کام لیا،اس کا دائرہ ایسا وسیع اوراس کے شعبوں میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے جس کی مثال معاصر ہی نہیں دور ماضی کے علماء ومصنفین میں بھی کم نظرآتی ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت،ج پنجم،ص۱۳۰)

حضرت شاہ صاحبؒ نے پوری قوت کے ساتھ قرآن وحدیث کی طرف لوگوں خصوصاً علماء کو دعوت دی چنانچہ شاہ صاحبؒ اپنے رسالہ ”وصایا“میں لکھتے ہیں:

”اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقادوعمل میں کتاب وسنت کومضبوط ہاتھوں سے تھاما جائے اور ہمیشہ ان پرعمل کیا جائے، عقائد میں متقدمین اہل سنت کے مذہب کو اختیار کیا جائے اور (صفات و آیات متشابہات) کے سلسلہ میں سلف نے جہاں تفصیل وتفتیش سے کام نہیں لیا، ان سے اعراض کیا جائے اور معقولیان خام کی تشکیلات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔“

(تاریخ دعوت وعزیمت،ج پنجم،ص۱۶۵،۱۶۶)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

”میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کوعلماء کہتے ہیں کہ اللہ کے بندو!تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اورصرف ونحو و معانی کے دلدل میں پھنس کررہ گئے،تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے،حالاں کہ علم یا تو کتاب اللہ کی آیت محکم ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ،تمہیں چاہیے تھا کہ تمہیں یہ یادرہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے نماز پڑھی، آپ کیسے وضو فرماتے تھے، قضائے حاجت کے لئے کس طرح جاتے تھے،کیسے روزہ رکھتے تھے،کیسے حج کرتے تھے،کیسے جہاد کرتے تھے،آپ کا اندازِ گفتگو کیا تھا،حفظِ لسان کا طریقہ کیا تھا، آپ کے اخلاق عالیہ کیا تھے؟تم آپ کے اسوہ پر چلو اور آپ کی سنت پرعمل کرو،اس بناء پرکہ وہ آپ کا طریق زندگی اورسنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت،ج:پنجم،ص:۱۸۷)

”حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ دوشخصوں کو پیدا نہ کرتا اوران سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نگہبان ہے،اس کی حفاظت دین کے طریقے ہزار ہیں لیکن بظاہر تیرہویں صدی تک یا تو اسلام ہندوستان سے بالکل فنا ہوجاتا یا اتنا بگڑ جاتا جتنا ہندو مذہب،یہ دوبزرگ ہندوستان کے مسلمانوں کے جلیل القدر محسن اوراسلام کے عظیم الشان پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ

احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، احیائے اسلام اور خدمت شرع کے تذکرے میں ان نائبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور درویشوں کے ساتھ ایک ''دنیا دار'' بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر مرحوم کا نام بھی زبان پر آتا ہے۔''

(سیرت سید احمد شہیدؒ، ج اول، ص ۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادگان نے بھی اپنے والد محترم کے علم اور انداز کو آگے بڑھایا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت مطہرہ اور سنت نبوی کو زندہ رکھا اور بدعات کے فسوں کو توڑا۔ پھر انہی کے تربیت یافتہ حضرت سید احمد شہید اور ان کی تیار کردہ جماعت میدان میں اتری، حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء نے اس وقت ایک عظیم تحریک چلائی جب مشرکانہ رسوم وبدعات کا زور تھا، دین کے احکامات کو نظر انداز کیا جا رہا تھا، قرآن و حدیث میں تاویلات کا عام رواج تھا، اس تحریک نے مسلمانوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا، جو ان سے وابستہ ہوا اس میں ایک انقلاب آیا اور حیرت انگیز تبدیلی آئی، بدعتوں سے نفرت پیدا ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنتوں کی محبت پیدا ہوئی، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے اس تحریک کی دعوت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے انقلاب کے بارے میں لکھتے ہوئے فرمایا: ''پہلا انقلاب'' حقیقی اسلام کی طرف بازگشت اور دینی زندگی کا احیاء ہے جو انقلابِ عظیم ہے۔ اس بارے میں آپ کا شمار امت کے عظیم ترین مصلحین اور مجددین میں ہے۔ آپ کے وجود نے اسلام کے حق میں بارانِ رحمت اور بادِ بہاری کا کام کیا، آپ کے ہاتھ پر لاکھوں انسانوں نے توبہ کی، خدا کا نام سیکھا اور دین کا راستہ اختیار کیا۔ فساق و فجار ابرار واخیار ہوگئے، ہزار ہا غافل وکم ہمت شیخ وقت اور سالک طریق بن گئے۔ آپ جدھر سے گزرے، عمل کا شوق، عبادتِ الٰہی کا ذوق، اتباع سنت کا ولولہ پیدا ہوگیا، طاعات آسان ہوگئیں، معاصی سے نفرت ہوگئی، خشیت الٰہی پیدا ہوگئی، جہاں آپ نے کچھ دن قیام کیا، شراب کی دوکانیں بند ہوگئیں، میخانوں میں خاک اڑنے لگی، مسجدیں آباد ہوگئیں، جب آپ سفرِ حج کے لئے مکان سے چلے تھے، تو آپ نے فرمایا تھا:

''مجھ کو عنایت الٰہی سے اُمید قوی ہے

بھارتی نوپور شرما کے گستاخانہ کلمات پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل چھلنی ہوئے ہیں

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، پیر رضوان نفیس، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عبدالنعیم، مولانا محمد اشرف گجر، مولانا خالد محمود ودیگر علماء نے انڈین حکومتی پارٹی بی جے پی کی ترجمان نوپور شرما کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی رہنما نوپور شرما کی جانب سے گستاخانہ کلمات پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل چھلنی ہوئے ہیں۔ مسلمان کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات اقدس کے بارے میں ایک لفظ بھی قابل برداشت نہیں۔ بھارتی حکومت ایسے رہنماؤں کو سخت سزا دے ورنہ دنیا کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ مسلم اُمّہ متفقہ لائحہ عمل طے کرکے عالمی سطح پر بھارت سے جواب طلب کرے۔ فاشسٹ مودی کی قیادت میں بھارت مذہبی آزادیوں کو پامال کر رہا ہے۔ بھارت میں مسلمانوں پر شدید ظلم وستم جاری ہے، بھارت میں بی جے پی رہنما کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا عمل مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ تمام مسلمان ممالک اوآئی سی کو مل کر بھارت کے خلاف متفقہ لائحہ عمل طے کرنا چاہئے تا کہ ہندوتوا کی اسلام دشمنی کو روکا جاسکے اور بھارت کو گستاخانہ عمل پر سزا دی جاسکے۔ بھارت کی حکمران پارٹی کی ترجمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلے عام گستاخی کے مرتکب ہوئی ہے، دنیا بھر کے مسلمان اس قبیح فعل کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور مسلمان حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان سے فی الفور تجارتی اور سفارتی تعلقات کو ختم کیا جائے بی جے پی کے ترجمان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین امت مسلمہ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اسلامی ممالک تمام تر اختلاف بُھلا کر اس مسئلہ پر بھارت کا اقتصادی، سفارتی اور معاشی بائیکاٹ کرے۔ بی جے پی ترجمان کی شرانگیزی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ بیان پر مسلم دنیا کو بھی بھارت سے احتجاج ریکارڈ کروانا چاہئے۔ ایک مسلمان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ علماء کرام نے کہا کہ اس سلسلے میں قانون سازی کی جائے اور اقوام متحدہ سمیت عالمی برادری مسلمانوں کے دلی جذبات کا احترام کرتے ہوئے توہین رسالت کو عالمی سطح پر جرم قرار دے، اس معاملہ میں زیادہ تر ذمہ داری مسلم حکومتوں اور او آئی سی کی بنتی ہے۔

کہ اس سفر میں اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں لاکھوں آدمیوں کو ہدایت نصیب کرے گا اور ہزاروں ایسے لوگ کہ دریائے شرک و بدعت اور فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے ہیں اور شعائر اسلام سے مطلق ناواقف ہیں، وہ پکے مؤحد اور متقی ہوجائیں گے۔ بعد کے حالات سے یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔"

(سیرۃ سید احمد شہید، حصہ اول، صفحہ ۵۲۵، ۵۲۶)

"دوسرا انقلاب شرک و بدعت کا استیصال اور توحید و سنت کی اشاعت ہے۔ اس میں کم سے کم ہندوستان کی تاریخ میں آپ کا کوئی مثیل نہیں، آپ سے شرک و بدعت کی اس قدر بیخ کنی ہوئی کہ اگر کوئی حکومت بزور شمشیر کرتی، تو اس سے زیادہ استیصال ممکن نہ تھا۔ آپ توحید و سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے اور سب سے زیادہ اسی پر زور دیتے۔ آپ کے متبعین و منتسبین میں یہی رنگ سب سے زیادہ نمایاں تھا اور اس میں وہ صحابہؓ کا نمونہ تھے۔

بیعت کے وقت آپ کی سب سے بڑی تاکید اور آپ کے طریق کی سب سے مقدم اور سب سے اہم دفعہ یہی تھی کہ شرک و بدعت سے پوری طرح احتراز کیا جائے گا اور توحید و سنت پر استقامت کی جائے گی۔ آپ کے نزدیک یہی طریقت کا مقصود اور یہی شریعت کی بنیاد تھی۔

(سیرۃ سید احمد شہید، حصہ اول، ص:۵۳۱، ۵۳۲)

"اس کے علاوہ آپ نے مسلمانوں کی زندگی اور معاشرت میں انقلاب عظیم برپا کر دیا، بیسیوں آداب و اسلامی عادات معاشرت میں داخل ہوگئے اور ایک نئی نسل پیدا ہوگئی، جو اپنے اخلاق، معاملات اور روزانہ زندگی میں تیرھویں یا چودھویں صدی کی نہیں بلکہ قرنِ اول کی معلوم ہوتی ہے۔"

(سیرۃ سید احمد شہید، حصہ دوم، صفحہ ۵۴۱)

"سید صاحبؒ کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ آپ کی سب سے بڑی کرامت اور آپ کی زندہ یادگار آپ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی وہ بے نظیر جماعت تھی جس کی مثال اتنی بڑی تعداد میں اس جامعیت و کاملیت کے ساتھ خیر القرون کے بعد بہت کم ملتی ہے۔ ان کی صحیح اور محتاط تعریف یہ ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں صحابہ کرامؓ کا نمونہ تھے اور یہ کسی مسلمان فرد یا جماعت کے لئے آخری تعریف ہے۔ یہ لوگ بلا مبالغہ عقائد، اعمال و اخلاق، توحید، اتباع سنت، شریعت کی پابندی، عبادت و تقویٰ، سادگی و تواضع، ایثار و خدمت خلق، غیر دینی، شوقِ جہاد و شہادت، صبر و استقامت میں مہاجرین کا نمونہ تھے۔"

(سیرۃ سید احمد شہید، حصہ دوم، صفحہ ۵۴۳)

"سید صاحب نے جو مبارک جماعت تیار کی خصوصیات میں سب سے نمایاں اور لائق ذکر بات اس کی جامعیت ہے، اس میں جہاد اصغر (تزکیۂ نفس) بھی تھا اور جہاد اکبر (جہاد و قتال) بھی، خدا سے محبت بھی خدا کا خوف بھی، خدا کے لئے محبت، خدا کے لئے نفرت بھی، زہد و عبادت بھی اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی، تلوار بھی اور قرآن بھی، عقل بھی اور جذبات بھی، گوشۂ مسجد میں تسبیح و مناجات بھی اور گھوڑے کی پیٹھ پر "تکبیر مسلسل" بھی۔ یہ وہ صفات و کمالات جو اکثر سوانح نگاروں کی نظر میں ایک دوسرے سے متضاد اور متصادم نظر آتے ہیں، لیکن یہ سب درحقیقت اس صحیح دینی فہم اور دینی شعور کا کرشمہ تھا، جو سید صاحب کی شخصیت اور صحیح تربیت کی وجہ سے جماعت مجاہدین میں پختہ اور راسخ ہو چکا تھا، اور زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی تھا۔ اس کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ یہ دینی جماعت یا تحریک دینی تربیت کے اہم مرحلہ سے سرسری طور پر نہیں گزری تھی، اور بغیر تیاری کے اس نے کارزارِ حیات میں قدم نہیں رکھا تھا اس نے ان معاملات میں بہت سوچنے سمجھنے کے بعد ہاتھ ڈالا تھا، اور اس کے لئے وہی راستے اختیار کئے تھے، جو منزل مقصود تک لے جاتے ہیں۔ یہ ایک صاحب یقین اور مجاہد نسل کی بہترین تصویر اور اخلاص و للّٰہیت کا وہ صحیح معیار اور دلکش نمونہ ہے جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے۔"

(جب ایمان کی بہار آئی، ص ۶، ۷)

ان تمام اقتباسات کو پیش کرنے کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو صوفیا اور اہل تصوف کہلاتے ہیں، جنہوں نے زندگی بھر اس تصوف (دراصل تزکیہ و احسان) کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جو اس فن کے حقیقی علمبردار تھے انہوں نے ہمیشہ شریعت کو مقدم رکھا، توحید و سنت پر زور دیا اور اتباع سنت کو خود بھی لازم پکڑا اور دوسروں کو بھی اس کا درس دیا اور شرک و بدعت کی بھرپور تردید کی۔

(جاری ہے)

عقیدۂ ختمِ نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لیے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجئے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کا تعارف

❁ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت اکابر علمائے اُمت کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والی بین الاقوامی جماعت تردید قادیانیت کے محاذ پر تمام مذہبی و دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ ❁ جماعت کی کوششوں اور قربانیوں کی بدولت الحمد للہ! قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، قادیانیت کا فتنہ روبہ زوال ہوا۔

❁ ملک بھر کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مجلس کے زیر اہتمام 30 مراکز و مساجد، 40 مبلغین جبکہ 12 سے زائد دینی مدارس و مکتب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ❁ مجلس کے شعبہ تصنیف و تالیف سے ردِ قادیانیت کے موضوع پر اکابرینِ اُمت کی بیسیوں ضخیم اور معرکۃ الآراء کتب طبع ہو چکی ہیں۔

❁ عربی، اُردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مُفت لٹریچر کی تقسیم۔ ❁ ہفت روزہ ''ختمِ نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا محاسبہ۔ ❁ اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت کا تعاقب۔ ❁ مدرسہ عربیہ مسلم کالونی چناب نگر میں دار المبلغین اور سالانہ ردِ قادیانیت کورس۔ ❁ پورے ملک میں ختمِ نبوت کانفرنسز، سیمینارز، کوئز پروگرام، تربیتی کورسز کے ذریعہ قادیانی دجل کا محاسبہ۔ ❁ مُفت ختمِ نبوت خط و کتابت کورس۔ ❁ انٹرنیٹ، سی ڈیز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ابلاغ ختم نبوت اور تردید مرزائیت۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندانِ ختمِ نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c # 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK068ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT
Account # 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

ترسیل زر کا پتہ: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون +92-61-4583486, +92-61-4783486
رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)، ایم اے جناح روڈ کراچی
فون +92-21-32780337 فیکس +92-21-32780340

اپیل کنندگان:

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ — امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب — مرکزی ناظمِ اعلیٰ